"مر جاؤ اللہ کرے تم سب۔" اس کی برداشت کی انتہا بالآخر ختم ہو ہی گئی وہ تن فن کرتی باہر نکلی اور ان کے سروں پر پہنچ کے غرائی۔

"اگر ہم سب مر گئے تو تم بھلا کیا کرو گی؟" رافع جھٹ سے بولا۔

"چین کی بانسری بجاؤں گی۔" وہ تپی تو گئی۔

"لیکن Basic point یہ ہے ڈیئر میرب اگر تمہیں تو سادہ بانسری نہیں بجانی آتی تو چین کی بانسری کیسے بجاؤ گی؟" عزیر نے جیسے اہم نکتہ اٹھایا تھا۔ وہ سب ہی ہی کرنے لگے۔

"تمہیں اس گھر میں وبال ہونے کی ضرورت نہیں تم سے Training لینے بہر حال نہیں آؤں گی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔

"تم نہ ہی آنا تو بہتر ہے کیونکہ میں اپرے غیرے کو لفٹ نہیں کرواتا۔" جواباً اس نے بھی رکھائی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

"ہم......" میرب نے غصے سے دانت کچکچاتے پھر دائیں بائیں دیکھا۔ بائیں طرف رکھے میز پر پلیٹ میں مونگ پھلی کے چھلکے پڑے تھے غالباً ابھی ابھی وہ سب یہی کھا رہے تھے۔ میرب نے برق رفتاری سے پلیٹ اٹھائی اور آناً فاناً عزیر کے سر پر الٹ دی۔

"میرب کی بچی!" وہ اس جوابی حملے کے لیے تیار نہیں تھا چلا اٹھا۔

"چلانا بند کرو ڈیئر عزیر! ورنہ آس پڑوس کے لوگ اکٹھے ہو کر آجائیں گے۔" اب چڑانے کی باری میرب کی تھی۔ اسی لیے پچکار کے بولی۔

"بھوت دیکھنے کے لیے۔" رباحہ نے ٹکڑا لگایا۔ تو ان سب کے قہقہے چھت پھاڑنے لگے۔

"ایسا کرتے ہیں عزیر بھائی کو یہیں لاک کر کے باہر ٹکٹ رکھ دیتے ہیں اور جلی حروف میں "بھوت بنگلہ" لکھ دیتے ہیں خوب کمائی ہوگی۔" عزہ نے بھی کار خیر میں حصہ لیا۔

مکمل ناول



سبھی چاہتیں میرے نام کر

مدیحہ تبسم

"اور تمہارے منہ پر بھی چیری بلوسم مل کے ایک طرف کارنر میں بیٹھا دیں گے تاکہ لوگ گے ہاتھوں "بھوتنی" کا بھی درشن کرلیں۔" رافع نے اس کی سانولی رنگت پر چوٹ کی جسے ہر معاملے میں گھسیٹنا وہ اپنا فرض عین سمجھتا تھا۔

"تمہارے ہی اگلے میں بھی رسی میں سیٹی ڈال کے لٹکا دیں گے اور ہاتھ میں ڈگڈگی تھما دیں گے تاکہ لوگ بندر کے تماشے سے بھی محروم نہ رہیں فیضیاب ہو کر ہی نکلیں۔" وہ کون سا پیچھے رہنے والی تھی۔

"کیا بات ہے کیوں پاگلوں کی طرح بجے جارہے ہو۔" ندرت اندر داخل ہوئیں تو وہ سب ہی فرمانبرداری کا بلند و بانگ مظاہرہ کرتے فوراً سے پیشتر خاموش ہوگئے۔

"ایں...... ارے عذیر! یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔" اس کے بالوں میں کالر پر دامن میں اور اردگرد جا بجا مونگ پھلی کے چھلکے پڑے تھے وہ حیرت سے دریافت کرنے لگیں۔

"وہ...... ممانی جان! میں یہ چھلکوں کی پلیٹ ڈسٹ بن میں پھینکنے جارہی تھی کہ پاؤں مڑ گیا اور پلیٹ عذیر کے سر پر الٹ گئی۔" میرب نے لہجے میں حد درجہ معصومیت اور لاچاری سمو کر کہا۔ اس کے سفید جھوٹ پر عذیر کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"چلو کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے پاؤں میں زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔" وہ اب عذیر کو چھوڑ اس کی طرف متوجہ ہوگئیں۔ فکر مندی سے پاؤں کی جانب دیکھنے لگیں۔

عذیر تلملا کے اٹھا اور تن فن کرتا باہر نکل گیا۔ میرب نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو کنٹرول کیا۔

"نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔"

"اور تمہارا پیپر ٹھیک ہوگیا تھا۔" وہ یاد آنے پر پوچھنے لگیں۔

"جی بالکل اے ون......!"

اور یہیں سے تو لڑائی شروع ہوئی تھی۔

اس کے ہر تھرڈ ایئر کے ایگزامز ہو رہے تھے۔ آج آخری پیپر تھا۔ سو تھکاوٹ سے بھی برا حال تھا۔ ارادہ یہی تھا کہ گھر جاتے ہی لمبی تان کے سو جائے گی۔ وہ سونے کے ارادے سے ہی اپنے کمرے میں آئی ہی کہ ان چاروں نے دھاوا بھول دیا۔ میرب نے جیسے تیسے کرکے نکالا نہیں کمرے سے تو انہوں نے باہر بیٹھ کر یں وہ ہڑبونگ مچائی کہ اپنے کانوں پہ تکیہ رکھنے کے باوجود اس کے کانوں کے پردے پھٹنے کے قریب ہوگئے۔ جب اس کی برداشت جواب دے گئی۔ تو وہ بھی مقابلے کے میدان میں اتر گئی۔

اور یہی تو وہ سب چاہ رہے تھے کہ اتنے دن کمرے میں بند رہ کے اس نے جو پڑھ پڑھ کے اپنا ستیاناس کرلیا ہے اب ہنس بول کے خود کو فریش کرلے۔ پھر میرب کے بغیر ان کی محفل بھی تو بے رنگ اور بے رونق ہوگئی تھی۔

☆......☆......☆

نیب الحسن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔

سب سے بڑے بیٹے فاروق پھر نعیم اور پھر حسنہ تھیں۔ حسنہ سب سے چھوٹی اور گھر بھر کی لاڈلی تھیں۔ فاروق کی ہم سفر عائشہ تھیں۔ ان کے چار بچے عالیہ، عنبر، نبیل اور رافع تھے۔ عالیہ اور عنبر شادی شدہ تھیں۔ نعیم اور ندرت کے تین بچے عذیر، رباحہ، اور حزنہ تھے۔ حسنہ ان سب کی لاڈلی پھپھو تھیں۔ لیکن قسمت نے ان کا کوئی لاڈ نہیں اٹھایا تھا۔ شادی کے فقط چار سال بعد ہی وہ بیوہ ہوگئیں تو اپنی اکلوتی لخت جگر میرب کو لے کر بھائیوں کے پاس آگئیں۔

حسنہ ابھی جوان تھیں۔ پڑھی لکھی اور خوبصورت تھیں۔ کئی گھرانے ابھی بھی ان کے امیدوار تھے بھائیوں نے بھی اصرار کیا کہ وہ دوسری شادی کرلیں لیکن ان کا دل تو اس طرح اجڑا

تھا کہ اب کسی اور کے لیے گنجائش ہی نہیں تھی۔

وقت آگے سے آگے سرکتا رہا۔ لیکن اب سب کی آپس میں محبت مثالی تھی۔ آج کے دور میں بھی وہ سب جوائنٹ فیملی سسٹم کا حصہ تھے۔ حالانکہ بچے بڑے ہوگئے تھے۔ پھر بھی ان سب کی محبت لازوال تھی۔ عالیہ آپی تو شادی کے بعد ٹورنٹو چلی گئی تھیں جبکہ عنبر آپی ٹیکسلا میں تھیں۔ عذیر اور رافع تو جی بھر کے ہڈ حرام تھے جبکہ نبیل پھر بھی اپنی ذمہ داری کو سمجھتا تھا۔ رباحہ اپنے ماں باپ کی لاکھ کوششوں کے باوجود MBBS نہیں کر پائی تھی اور حزنہ بی بی تو ویسے ہی پڑھائی کے نام پر ہی بدکتی تھی۔ رباحہ تو پھر بھی مارے باندھے M.sc تک پہنچ ہی گئی تھی۔ جبکہ حزنہ سے تو لاسٹ تھرڈ ایئر سے B.A بھی کلیئر نہ ہو پایا تھا۔ البتہ میرب پڑھائی میں بہت تیز تھی۔ حال ہی میں B.BA کے ایگزیمز دیے تھے۔

میرب اپنے ننھیال میں بہت خوش اور مطمئن تھی۔ اس کے دونوں ماموں اسے بے تحاشا پیار کرتے تھے۔ سب کزنز بھی بہن بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ باپ کی کمی اگرچہ اسے محسوس تو ہوتی تھی تاہم وہ اسے رب کی رضا جان کر خاموش تھی۔

☆......☆......☆

"واہ بھئی واہ! آج تو ناشتے پر میرب بیٹا بھی موجود ہے۔" فاروق اسے ناشتے کی ٹیبل پہ دیکھ کے خوشدلی سے بولے تھے۔

"جی بڑے ماموں! کل ہی امتحان ختم ہوئے ہیں۔" وہ بڑی سعادت سے سر جھکا کے بولی تھی۔

"پھر اے ون گریڈ کی امید رکھیں ہم......؟" چھوٹے ماموں نعیم نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"انشاء اللہ!" وہ بڑے بھرپور انداز میں بولی

"میرب! ڈھنگ سے ناشتہ کرو۔ اتنے دنوں بعد تو کوئی چیز تمہارے حلق سے نیچے اتر رہی ہے۔" اسے خالی چائے سے پیٹ بھرتا دیکھ حسنہ ٹوک کے بولیں۔

"پھپھو! ایسی پیار بھری سرزنش بھی ہمیں بھی کر دیا کریں۔ صحت کے لیے بڑی مفید ہوتی ہے۔" رافع جو سدا کا پیٹو تھا۔ فوراً بول اٹھا۔

"پہلے اپنی صحت دیکھی ہے موٹے! پھٹنے کے قریب ہو گئے ہو۔" حزنہ بھی اسے چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

میری صحت تمہاری عقل سے زیادہ موٹی نہیں ہے بلیک بیوٹی!" حسب معمول رافع اس کی سانولی رنگت پہ چوٹ کرنا نہیں بھولا تھا۔

"آرام سے ناشتہ کرو۔ کیا صبح ہی صبح شروع ہو گئے ہو۔" عائشہ بیگم نے گھور کر کہا اور ان کی گھوری میں چھپا پیغام "بڑوں کی موجودگی کا لحاظ کرو۔" ان سب نے بخوبی پڑھ لیا تھا۔

"کل عنبر کا فون آیا تھا۔ آپ کا پوچھ رہی تھی۔" اب وہ شوہر سے مخاطب ہوئیں۔

"کیسی ہے وہ؟ گھر میں تو سب خیر، خیریت ہے نا......!" وہ پوری طرح متوجہ ہوئے۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے۔ میں نے پاکستان آنے کا کہا تو کہنے لگی۔ امی جان! بس آپ جلدی سے نبیل کی شادی کریں تو پھر میں آؤں گی۔" ان کی بات پہ سب ہی مسکراتے لب اور معنی خیز نگاہوں سے نبیل کو دیکھنے لگے۔

"میرے چہرے پہ کیا لگا ہے؟" سب کی نظروں کی تپش محسوس کر کے وہ بری طرح جھنجھلا گیا۔

"زعفران" عذیر جھٹ سے بولا۔

"ایسا کرو اتار کر تم لگا لو۔" وہ تپ کے بولا۔

"کیوں میں کیوں لگاؤں؟ کوئی میری شادی کی بات ہو رہی ہے۔" دوسرا جملہ خاصے حسرت زدہ لہجے میں ادا کیا گیا تھا۔

"بھئی مجھے تو عنبر کی بات بہت پسند آئی ہے۔ واقعی اب کوئی شور ہنگامہ ہونا چاہیے۔ نبیل کی شادی والا آئیڈیا تو بہت ہی زبردست ہے یہ تو میرے ذہن میں آنا چاہیے تھا۔" نعیم خوشدلی سے قہقہہ لگا کے بولے جس میں ان سب کی ہنسی بھی شامل تھی۔

"چھوٹے ماموں! سچ میں میرا بھی بہت دل چاہ رہا ہے کوئی فنکشن اٹینڈ کرنے کو۔" میرب نے بھی تائید کی۔ باقی سب ہی زور و شور سے سر ہلانے لگے۔

"لو بھئی جس کی شادی ہے وہ تو بڑے مصروف انداز ناشتہ تناول فرما رہے ہیں۔" رافع نے نبیل کے سنجیدہ انداز پہ چوٹ کی۔

"میرا خیال ہے ذہن میں جتنی بھی لڑکیوں کی تصویریں ہیں۔ نبیل ان میں سے کسی ایک کو Select کرنے میں مصروف ہے۔" عذیر نے اپنا ہی تیا لگایا۔

"بھائی اگر مشکل پیش آ رہی ہے تو میں Help کروں؟" رافع نے نہایت انکساری سے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

"خدا کے لیے میرے معصوم، بھولے بھائی! اس لڑکے کی نیت میں سے مجھے فتور کی Smell آ رہی ہے۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو اس نالائق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔" عذیر نے فوراً اپنی چرب زبانی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ویسے بائی داوے یہ "فتور" کس خوشبو کا نام ہے؟" حزنہ نے نہایت دلچسپی سے نکتہ اٹھایا۔

"بلیک روز۔" رافع نے کھٹ سے جواب دیا۔

"بس کرو۔ تم سب تو مجھے میراثی لگتے ہو۔ ویسے نکموں کو بس زبان چلانی خوب آتی ہے۔" عائشہ بیگم نے ڈانٹا تو وہ سب ہی ایسے فرمانبرداری سے ناشتہ کرنے لگے جیسے انہوں نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

"دیکھا ان خبیثوں کی ایکٹنگ کو...... مہارت رکھتے ہیں ان کاموں میں۔"

مت پوچھ ان خرقہ پوشوں کی کبھی ارادت ہو تو دیکھ
خنجر لیے پھرتے ہیں اپنی آستینوں میں

رباحہ نے نہایت عاجزانہ انداز میں شعر پڑھا۔

"کتنے گھٹنے لگائے تھے اس شعر کو رٹنے میں۔" سب سے پہلے عذیر کی زبان میں ہی کھجلی ہوئی تھی۔ اس بیچاری نے پہلی مرتبہ زبان کھولی تھی اور دھری کی دھری رہ گئی۔

"اتنی ذہین تو ہے میری بچی تم تو ایسے ہی پیچھے پڑ جاتے ہو۔" بالآخر حسنہ نے اس کی خلاصی کروائی۔

اور یوں باتوں ہی باتوں میں نبیل کی شادی کی بات درمیان میں ہی کہیں رہ گئی۔ جس پہ نبیل نے خدا کا شکر کیا تھا۔

☆......☆......☆

"تمہیں کیا ہوا ہے سن ساٹھ کی ہیروئن کی طرح بڑی اداس بیٹھی ہو۔" میرب کمرے میں داخل ہوئی تو رباحہ کا غذات کا پلندہ اردگرد بکھرائے سخت پریشان نظر آ رہی تھی۔

"کیا ہوا......؟ کوئی ٹاپک مس ہو گیا ہے؟" اسے ہنوز اسی حالت میں دیکھ کر میرب نے دوبارہ سوال کیا۔

"کوئی ایک آدھا ٹاپک ہوتا تو پھر بھی خیر تھی مگر یہاں تو میرے بائیو کیمسٹری کے بہت سارے ٹاپک مس ہو گئے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ میں کور کر لوں گی کچھ اتنا مشکل نہیں ہے۔ مگر اتنا لمبا ہے یہ Chapter کہ میرے پلے خاک بھی نہیں پڑ رہا اوپر سے میرا خیال ہے کہ سر نعیم فاروقی نے اس دفعہ Presentation بھی میری رکھی ہے۔ اتنے چالاک ہیں تاک میں رہتے ہیں۔ کون سا Student زیادہ کلاسز بنک کرتا ہے پھر اسی کی Presentation رکھ دیتے ہیں پکڑ کے۔" رباحہ نوٹس فائل میں رکھتے ہوئے جلے کٹے لہجے میں بولی۔

"ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل تو ہوتا ہے ناں۔" میرب نوٹس ایک طرف ہٹا کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ہاں حل تو یہ ہے کہ میں رات رات بھر جاگوں اپنا خون دل دماغ سب کچھ جلاؤں تب کہیں جا کر یہ منحوس مارے نوٹس Prepase ہوں گے۔" وہ انتہائی جلے ہوئے انداز میں گویا ہوئی۔

"تو کوئی شارٹ کٹ اختیار کرو ناں مائی ڈیئر رباحہ!" میرب نے معنی خیزی سے کہا۔

"اب کیا Super man بن جاؤں۔" وہ جل ہی تو گئی۔

"Super man نہیں جن تلاش کرو۔"

"کیا اول فول بک رہی ہو میرے پاس کیا جادو کی انگوٹھی ہے جسے رگڑوں گی تو جن حاضر ہو جائے گا جو سر نعیم کو اس کے گھر سے پکڑ کے میرے سامنے لا کھڑا کرے گا۔" رباحہ تپ کے بولی۔

"میں کہتا تھا رافع اسکو کیمسٹری مت پڑھائیں یہ تو پہلے ہی نیم پاگل ہے بعد میں تو پوری پاگل ہو جائے گی۔" میرب تاسف سے سر ہلاتے ہوئے بولی تو رباحہ اسے گھور کے رہ گئی۔

"یوں گھور یاں مت ڈالو۔ میں تمہیں آسان ساحل بتاتی ہوں کیا تمہاری کلاس کوئی قابل ذہین اور پروفیسرز کا منظور نظر کوئی سوڈنٹ ہے۔" میرب اب لائن پہ آ گئی۔

"ہاں ہے۔" وہ بڑے زور و شور سے سر ہلاتے ہوئے بولی۔

"کون......؟"

"تیمور خان"

"تو بس سمجھو کہ کام ہو گیا۔" میرب نے چٹکی بجائی۔

"وہ کیسے......؟" رباحہ نے ہونقوں کی طرح اسے دیکھا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے اس کے سامنے جانا دو چار ادائیں، رکھانا پلکیں جھکا کے، دوپٹے کا بایاں پلو مروڑتے ہوئے شرما کے کہنا سنیئے! کیا آپ کے پاس سر فہیم فاروقی کے بائیو کیمسٹری کے لاسٹ فور، فائیو لیکچرز ہیں؟ بس پھر دیکھنا وہ بوتل کے جن کی طرح ایک ہفتے کے چھوڑ پورے سال کے لیکچرز لا کے تمہارے سامنے ڈھیر کر دے گا۔" میرب نہایت مزے لے لے کر بولی۔

"تم نے اسے دیکھا نہیں ہے ناں اسیلئے یہ ساری بکواس کر رہی ہو۔ کھڑوس ہے وہ پورا...... مجال ہے کسی لڑکی کو منہ لگا جائے پورے ڈپارٹمنٹ کی لڑکیوں نے اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی ہے پر وہ بھی بڑا کائیاں ہے پروں پہ پانی نہیں پڑنے دیتا۔" رباحہ نے منہ بسورتے ہوئے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

"امید پر دنیا قائم ہے تم ٹرائی تو کر کے دیکھو۔" میرب اپنے موقف پہ ڈٹی رہی۔

"نہ بابانہ...... مجھے اپنی بے عزتی کروانے کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"تو پھر ایسے کرنا کہ سر فہیم فاروقی سے ہی عزت افزائی کروا لینا سب کے سامنے اور پھر یہ رونی صورت لے کر میرے سامنے مت آنا۔" وہ جل بھن کے تو ہی رہ گئی۔

"پلیز کوئی اور مشورہ نہیں ہے تمہارے پاس کوئی اچھا سا آسان سا حل بتا دو ناں۔" وہ پھر منت پر اتر آئی۔

"آسان سا حل یہ ہے کہ تم سر فہیم فاروقی کو ہی قابو کر لو۔" وہ بڑے ریلیکس انداز میں اس کے برابر لیٹتے ہوئے بولی تو رباحہ نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا۔

"وہ تایا جان ٹائپ پروفیسر تو آج تک اپنی بیوی کے قابو میں نہیں آئے تو میں کس کھیت کی مولی ہوں۔"

"تو آخری حل یہی ہے مائی سویٹ کہ دماغ لڑاؤ اور دن رات ایک کر کے محنت کرو۔ یہی شرفاء کا شیوہ ہے۔" کلس کر کہتے ہوئے وہ رخ موڑ کے لیٹ گئی جبکہ رباحہ نے اس کی پشت کو ایک عدد گھوری سے نوازنے کے بعد دوبارہ اپنے سامنے دھرے نوٹس کو بڑی بے بسی سے دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

"تم بھی کچھ پڑھ لو یا اس سال پھر پھیلی لینے کا ارادہ ہے۔" حزنہ جو بڑے انہاک سے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی جہاں رافع کی مداخلت پہ چونکی تھی وہیں اس کے ماتھے پہ بھی بل پڑ گئے تھے۔ لیکن اس کے منہ لگنے کی بجائے وہ دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جہاں ایک ماہر بیوٹیشن میک اپ کے جدید طریقوں سے ویورز کو آگاہ کر رہی تھی۔

"کیوں فضول میں اپنا ٹائم ضائع کر رہی ہو تم اگر اپنے منہ مبارک پہ وائٹ واش بھی کروا لو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑنے والا کیونکہ ان تلوں میں تیل نہیں۔" پروگرام کی نوعیت سے آگاہ ہوتے ہی وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"ہاں...... تمہارے جو لال دھک رہے ہیں اور گلاب چنک رہے ہیں تو سنبھال کے رکھو۔" وہ جو نہ بولنے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی اس کی بات سنتے ہی بھڑک اٹھی۔

"سنبھال کے ہی رکھے ہوئے ہیں کسی بلیک روز پہ ضائع تھوڑی کر رہا ہوں۔" وہ مسکراہٹ لبوں میں دبا کر اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کا جائزہ لینے لگا۔ حسب عادت اس کا پارہ ہائی ہو گیا تھا۔

"تم میرے منہ نہ ہی لگا کرو تو بہتر ہے۔" وہ چیلنج کرتے ہوئے تڑخ کے بولی۔

"تمہارے منہ لگ کے میں نے اپنا منہ خراب نہیں کرنا۔" وہ بھی ناک چڑھا کے بولا۔

"زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ایسے بھی پرنس چارلس نہیں ہو تم۔" وہ آنکھیں سکیڑ کے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تو رافع کا قہقہہ آزاد ہو گیا۔

"ایک دنیا دیوانی ہے اس چہرے کی۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"ہونہہ۔" وہ نخوت سے ناک چڑھا کے دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہو گئی۔

پھر اس سے پہلے کہ ان کی لڑائی مزید طول پکڑتی میرب اندر داخل ہوئی۔

"تم یہاں بیٹھی ہوئی ہو ادھر بڑی ماں تمہیں ایک گھنٹے سے یاد فرما رہی ہیں اگر تمہیں یاد ہو تو انہوں نے تمہیں کچھ بتانے بھیجا تھا۔" میرب کے کہنے پہ اسے یاد آیا اور وہ ہڑبڑا کے اٹھ گئی۔

"اوہ...... مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔" ریموٹ وہیں پھینک کے وہ سرپٹ کچن کی طرف بھاگی تھی۔

"تم آج آفس نہیں گئے؟" سامنے صوفے پہ بیٹھے ہوئے وہ رافع سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں آج ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں میرا انٹرویو تھا وہی دے کر آ رہا ہوں۔" بڑے ریلیکس انداز میں ٹانگیں میز پہ پھیلاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"جاب کرنے کا ارادہ ہے؟ بڑے ماموں سے پوچھا تم نے؟" وہ اب چونک کر پوچھنے لگی۔

"ہاں ان کی اجازت کے بغیر تو ہم سانس بھی نہیں لے سکتے۔" ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس نے مبالغہ آرائی کی حد ہی تو کر دی۔

"ارے...... نبیل بھائی! آپ کب آئے؟" نبیل کو سامنے بیٹھا دیکھ کر وہ خاصی حیران ہوئی تھی اسے واقعی خبر نہیں ہوئی وہ کب آیا۔

"آپ تو چھبیس سال ہو گئے ہیں لڑکی!" جواب نبیل بھائی کے بجائے رافع نے دیا تھا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نبیل بھائی......؟" اسے پیشانی مسلتا دیکھ کے وہ تشویش زدہ لہجے میں دریافت کرنے لگی۔

"ہوں...... ہاں...... ایسا کرو ایک کپ چائے تو پلواؤ۔ میں ذرا فریش ہو لوں بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔" وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو میرب بھی کچن میں چائے بنانے آ گئی۔

چائے لے کر جب وہ نبیل کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ پہ بیٹھا جانے کن سوچوں میں گم تھا۔

"یہ لیں چائے......" میرب نے کپ جیسے ہی اس کے سامنے رکھا تو وہ ایک دم اپنی سوچوں کی یلغار سے باہر نکلا۔

"تھینکس آؤ بیٹھو۔" کپ تھامتے ہوئے اس نے کہا تو وہ سائیڈ پہ رکھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

اس کے چہرے پہ لکھا تھا جیسے نبیل کو کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کا آغاز کیسے کرے۔

"کیا بات ہے نبیل بھائی! کوئی مسئلہ ہے کیا؟" اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو محسوس کرتے ہوئے میرب نے بڑی اپنائیت سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"B.BA کے بعد کیا ارادے ہیں تمہارے؟"

"M.BA کروں گی انشاء اللہ! پھر اپنے کیریئر کا آغاز کروں گی۔" وہ بڑے مزے سے بولی۔

"اور اگر M.B.A سے پہلے ہی تمہارا

"وہ کیسے......؟" رباحہ نے ہونقوں کی طرح اسے دیکھا۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے اس کے سامنے جا تا وہ چار ادائیں، رکھانا پلکیں جھکا کے، دوپٹے کا بایاں پلو مروڑتے ہوئے شرما کے کہنا بیٹے! کیا آپ کے پاس سر نعیم فاروقی کے بائیو کیمسٹری کے لاسٹ فور، فائیو لیکچرز ہیں؟ بس پھر دیکھنا وہ بوتل کے جن کی طرح ایک ہفتے کے چھوڑ پورے سال کے لیکچرز لا کے تمہارے سامنے ڈھیر کردے گا۔" میرب نہایت مزے لے لے کر بولی۔

"تم نے اسے دیکھا نہیں ہے ناں اسی لیے یہ ساری بکواس کررہی ہو۔ کھڑوس ہے وہ پورا...... مجال ہے کسی لڑکی کو منہ لگا جائے پورے ڈپارٹمنٹ کی لڑکیوں نے اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی ہے پر وہ بھی بڑا کائیاں ہے پروں پہ پانی نہیں پڑنے دیتا۔" رباحہ نے منہ بسورتے ہوئے اسے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔

"امید پہ دنیا قائم ہے تم ٹرائی تو کرکے دیکھو۔" میرب اپنے موقف پہ ڈٹی رہی۔

"نہ بابا نہ...... مجھے اپنی بے عزتی کروانے کا کوئی شوق نہیں۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"تو پھر ایسے کرنا کہ سر نعیم فاروقی سے ہی عزت افزائی کروالینا سب کے سامنے اور پھر یہ رونی صورت لے کر میرے سامنے مت آنا۔" وہ جل بھن کے تو ہی رہ گئی۔

"پلیز کوئی اور مشورہ نہیں ہے تمہارے پاس کوئی اچھا سا آسان ساحل بتادو ناں۔" وہ پھر منت پر اتر آئی۔

"آسان ساحل یہ ہے کہ تم سر نعیم فاروقی کو ہی قابو کرلو۔" وہ بڑے ریلیکس انداز میں اس کے برابر لیٹتے ہوئے بولی تو رباحہ نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا۔

"وہ تایا جان ٹائپ پروفیسر تو آج تک اپنی بیوی کے قابو میں نہیں آئے تو میں کس کھیت کی مولی ہوں۔"

"تو آخری حل یہی ہے بائی سویٹ کر دماغ لڑاؤ اور دن رات ایک کرکے محنت کرو۔ یہی شرفاء کا شیوہ ہے۔" کلس کر کہتے ہوئے وہ رخ موڑ کے لیٹ گئی جبکہ رباحہ نے اس کی پشت کو ایک عدد گھوری سے نوازنے کے بعد دوبارہ اپنے سامنے دھرے نوٹس کو بڑی بے بسی سے دیکھا تھا۔

☆......☆......☆

"تم بھی کچھ پڑھ لو یا اس سال پھر چھٹی لینے کا ارادہ ہے۔" عزنہ جو بڑے انہماک سے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہی تھی جہاں رافع کی مداخلت پہ چونکی تھی وہیں اس کے ماتھے پہ بھی بل پڑگئے تھے۔ لیکن اس کے منہ لگنے کی بجائے وہ دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہوگئی۔ جہاں ایک ماہر بیوٹیشن میک اپ کے جدید طریقوں سے ویورز کو آگاہ کررہی تھی۔

"کیوں فضول میں اپنا ٹائم ضائع کررہی ہو تم اگر اپنے منہ مبارک پہ وائٹ واش بھی کروالو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑنے والا کیونکہ ان تلوں میں تیل نہیں۔" پروگرام کی نوعیت سے آگاہ ہوتے ہی وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"ہاں...... تمہارے جو لال دھک رہے ہیں اور گلاب چٹک رہے ہیں تو سنبھال کے رکھو۔" وہ جو نہ بولنے کا تہیہ کیے بیٹھی تھی اس کی بات سنتے ہی بھڑک اٹھی۔

"سنبھال کے ہی رکھے ہوئے ہیں کسی بلیک روز پہ ضائع تھوڑی کررہا ہوں۔" وہ مسکراہٹ لبوں میں دبا کر اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کا جائزہ لینے لگا۔ حسب عادت اس کا پارہ ہائی ہوگیا تھا۔

"تم میرے منہ نہ ہی لگا کرو تو بہتر ہے۔" وہ چیل چیخ کرتے ہوئے ترخ کے بولی۔

"تمہارے منہ لگ کے میں نے اپنا منہ خراب نہیں کرنا۔" وہ بھی ناک چڑھا کے بولا۔

"زیادہ خوش فہم ہونے کی ضرورت نہیں ایسے بھی پرنس چارلس نہیں ہو تم۔" وہ آنکھیں سکیڑ کے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تو رافع کا قہقہہ آزاد ہوگیا۔

"ایک دنیا دیوانی ہے اس چہرے کی۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔

"ہونہہ۔" وہ نخوت سے ناک چڑھا کے دوبارہ ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ ہوگئی۔

پھر اس سے پہلے کہ ان کی لڑائی مزید طول پکڑتی میرب اندر داخل ہوئی۔

"تم یہاں بیٹھی ہوئی ہو ادھر بڑی ماں تمہیں ایک گھنٹے سے یاد فرما رہی ہیں اگر تمہیں یاد ہو تو انہوں نے تمہیں کھچڑی بنانے بھیجا تھا۔" میرب نے آتے ہی اسے یاد دہانی کروائی تو وہ ہڑبڑا کے اٹھ گئی۔

"اوہ...... مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔" ریموٹ وہیں پھینک کے وہ سرپٹ کچن کی طرف بھاگی تھی۔

"تم آج آفس نہیں گئے؟" سامنے صوفے پہ بیٹھے ہوئے وہ رافع سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں آج ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں میرا انٹرویو تھا وہی دے کر آرہا ہوں۔" بڑے ریلیکس انداز میں ٹانگیں میز پہ پھیلاتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"جاب کرنے کا ارادہ ہے؟ بڑے ماموں سے پوچھا تم نے؟" وہ اب چونک کر پوچھنے لگی۔

"ہاں ان کی اجازت کے بغیر تو ہم سانس بھی نہیں لے سکتے۔" ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس نے مبالغہ آرائی کی حد ہی تو کردی۔

"ارے...... نبیل بھائی! آپ کب آئے؟" نبیل کو سامنے بیٹھا دیکھ کر وہ خاصی حیران ہوئی تھی اسے واقعی خبر نہیں ہوئی وہ کب آیا۔

"اب تو چھبیس سال ہوگئے ہیں لڑکی!" جواب نبیل بھائی کے بجائے رافع نے دیا تھا۔

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نبیل بھائی......؟" اسے پیشانی مسلتا دیکھ کے وہ تشویش زدہ لہجے میں دریافت کرنے لگی۔

"ہوں...... ہاں...... ایسا کرو ایک کپ چائے تو پلواؤ۔ میں ذرا فریش ہولوں بہت تھکاوٹ محسوس ہورہی ہے۔" وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو میرب بھی کچن میں چائے بنانے آگئی۔

چائے لے کر جب وہ نبیل کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ پہ بیٹھا جانے کن سوچوں میں گم تھا۔

"یہ لیں چائے......" میرب نے کپ جیسے ہی اس کے سامنے رکھا تو وہ ایک دم اپنی سوچوں کی یلغار سے باہر نکلا۔

"تھینکس آؤ بیٹھو۔" کپ تھامتے ہوئے اس نے کہا تو وہ سائیڈ پہ رکھی چیئر پہ بیٹھ گئی۔

اس کے چہرے پہ لگا ہی جانے نبیل کو کچھ نہیں آرہی تھی کہ بات کا آغاز کیسے کرے۔

"کیا بات ہے نبیل بھائی! کوئی مسئلہ ہے کیا؟" اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو محسوس کرتے ہوئے میرب نے بڑی اپنائیت سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھر کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"B.BA کے بعد کیا ارادے ہیں تمہارے؟"

"M.BA کروں گی ان شاء اللہ پھر اپنے کیریئر کا آغاز کروں گی۔" وہ بڑے مزے سے بولی۔

"اور اگر M.B.A سے پہلے ہی تمہارا

"Right man آ گیا تو......؟" نبیل نے بات ادھوری چھوڑ کے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔

"میں نے بھی اس پہ سوچا نہیں بھائی! ویسے میرا کیریئر میرے لیے سب سے اہم ہے۔" موضوع ہی کچھ ایسا تھا کہ وہ فطری طور پر جھجک گئی۔ اس Topic پر اس کی نبیل بھائی سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی اسی لیے وہ اندر ہی اندر خاصی حیران ہو رہی تھی۔

"بات دراصل یہ ہے میرب!" اس نے رک کر ایک دفعہ پھر اسے دیکھا اور دوبارہ بات کا آغاز کیا۔ اس کے یوں تمہید باندھنے سے تھوڑا سا گھبرا گئی تھی۔

"تمہارے علم میں ہوگا کہ آج کل گھر میں میری شادی کی باتیں چل رہی ہیں۔ ہم سب بچپن سے ساتھ ہیں ایک دوسرے کی عادات سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ہمارے بڑے بھی ہمیں جانتے ہیں اور عموماً یوں ہوتا ہے کہ جب گھر میں سارے ہم عمر ہوں تو رشتے آپس میں ہی طے کر لیے جاتے ہیں اور اگر ذہنی ہم آہنگی ہو تو یہ بات کوئی بری بھی نہیں۔ امی نے جب مجھ سے شادی کی بات کی تو تمہارا اور رباحہ دونوں کا نام میرے آگے رکھا مگر میں نے کبھی تم دونوں کے بارے میں اس انداز میں نہیں سوچا تم دونوں میری چھوٹی بہنیں ہو۔ امی کا یہ خیال ہے کہ کل کو حسنہ پھپھو یہ نہ کہیں کہ گھر میں رشتہ موجود ہوتے ہوئے ہم باہر دیکھتے پھرتے ہیں۔" وہ ایک لمحے کو رکا۔ میرب کا سانس سینے میں اٹکا ہوا تھا۔

"لیکن حسنہ پھپھو اور تم بہت اچھی ہو رباحہ اور چچی جان بھی بہت اچھی ہیں وہ بھی کبھی دل میں کوئی کدورت نہیں رکھیں گی۔ میری ایک کلاس فیلو تھی ندا میرا اس سے کوئی لمبا چوڑا افیئر نہیں چلا ہاں اس کی سادگی اور خلوص مجھے بہت بھاتا تھا۔ ندا کی چار بہنیں ہیں اور بھائی نہیں ہے۔ وہ ایک متوسط سے بھی کم طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی لیے میری طرف بڑھتے ہوئے جھجکتی تھی اور کچھ میں بھی اچھی طرح انوالو نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی آج کل جاب کر رہی ہے میں نے امی کو اس کے متعلق بتایا تھا انہیں کوئی خاص اعتراض تو نہیں لیکن پھر بھی ان کا خیال ہی ہے کہ اپنے، اپنے ہی ہوتے ہیں۔" وہ سانس لینے کو رکا تو میرب فوراً بول اٹھی۔

"بڑی ماما تو مان جائیں گی نبیل بھائی! وہ بہت نرم دل ہیں اور سچ بات تو یہ ہے کہ کبھی میں نے بھی اس طرح سے آپ کے متعلق نہیں سوچا۔ ہمیشہ آپ کو بڑے بھائی کا درجہ دیا ہے اور جہاں تک میرا خیال ہے رباحہ بھی ایسے ہی سوچتی ہے اور رہی بات ندا کی تو اگر وہ اچھی ہوئیں تو ہماری فیملی میں ایڈجسٹ ہونا ان کے لیے مشکل نہ ہوگا۔ باقی ہم سب تو آپ کے ساتھ ہیں۔"

"تھینکس میرب! مجھے تم سے یہی امید تھی۔" خوشی و مسرت سے نبیل کا چہرہ چمک اٹھا۔

"کیا مطلب...... خالی تھینکس سے کام نہیں چلے گا۔ ذرا تگڑی سی ٹریٹ دیں اور شاپنگ بھی کروائیں اور میری فرینڈ کی برتھ ڈے آ رہی ہے اس کے لیے گفٹ بھی لے کے دیں۔" اس نے فوراً آنکھیں ماتھے پر رکھیں۔

"تم میری جیب خالی کرواؤ گی۔" نبیل نے مصنوعی غصے سے اسے گھورا۔

"شکر کریں دل خالی نہیں کروایا۔" وہ چہک کر بولی تو نبیل کا بلند و بانگ قہقہہ آزاد ہوا۔

☆......☆......☆

اور وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ سر نعیم فاروقی نے حسب توقع اسی کی Presentation رکھ دی تھی۔ اسے جتنے مہذب القابات یاد تھے دل ہی دل میں ان سب سے سر فاروقی کو نواز چکی تھی۔ لیکن مسئلہ تو جوں

کا توں برقرار تھا۔

بارہ بجاتی شکل لے کر جب وہ لائبریری میں داخل ہوئی تو سامنے ٹیبل پر ہی اسے تیمور خان بیٹھا نظر آ گیا۔ میرب کے الفاظ اچانک ہی اس کے کانوں میں گونجے تو چند سیکنڈ وہیں کھڑے کھڑے سوچنے کے بعد وہ دل میں ارادہ کرتی اس کی ٹیبل کی طرف بڑھ ہی گئی۔

"قسمت آزما لینے میں کیا حرج ہے زیادہ سے زیادہ بے عزتی ہو جائے گی۔ کھا تو نہیں جائے گا وہ۔" خود کو دلاسہ دیتی وہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

تیمور خان جو بڑے مگن انداز میں نوٹس بنانے میں مصروف تھا۔ اس کے یوں سر پر آ کھڑے ہونے کی وجہ سے ایک دم چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ بڑے انہماک سے اس کی تیزی سے چلتے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ تیمور دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کافی دیر تک جب اس کے پوز میں کوئی فرق نہ آیا تو وہ خود ہی اسے کہنے پر مجبور ہو گیا۔

"بیٹھ جائیں پلیز۔" وہ یوں فرمانبرداری سے فوراً بیٹھ گئی جیسے کسی اسٹوڈنٹ کو سزا کے بعد بیٹھنے کی اجازت ملتی ہے۔ تیمور کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔

"آپ کو کچھ کہنا ہے؟" وہ کافی دیر سے نوٹ کر رہا تھا وہ کچھ کہنے کی کوشش میں لب کھولتی پھر ایک دم بھینچ لیتی اس سے رہا نہ گیا تو بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"جی..... ای..... ای۔" رباحہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری خود کو آر ٹلڈ تصور کرتے ہوئے وہ یہاں تک آ تو گئی تھی مگر اب کچھ بھی کہنے کا خود میں حوصلہ نہیں پا رہی تھی۔

"نن...نہیں۔" بوکھلاہٹ میں اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔ تو خجالت سے سر جھکا کے رہ گئی۔

اس کے جھکے ہوئے سر اور لرزتی پلکوں کو اس نے بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔ اسے کچھ کچھ تو اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ اس کے پاس کیوں آئی تھی۔ کلاس میں الگ تھلگ، چپ چاپ اور قدرے گم صم رہنے والی اسٹوڈنٹ سے اسے ہرگز توقع نہیں تھی کہ اس کے روڈ اور لیے دیے رویے کے باوجود وہ اس کے پاس آئے گی۔

"آپ سر نعیم فاروقی کی دی گئی Presentation کی وجہ سے پریشان ہیں؟ کیونکہ آپ کے لاسٹ لیکچرز تو مس ہو گئے تھے۔" وہ اس کے چہرے پر نظریں جما کے بولا تو وہ منہ اٹھا کے ہونقوں کی طرح اسے دیکھنے لگی۔

"آ......آپ کو کیسے پتہ چلا؟" وہ واقعی بے حد حیران ہوئی تھی گہری سیاہ آنکھیں حیرت اور معصومیت لیے ہوئے تھیں۔ تیمور کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی اس نے بے ساختہ نگاہیں چرائیں۔

"بالکل سامنے کی بات ہے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے۔" وہ بڑے آرام سے بولا۔

اب کی دفعہ کچھ بولنے کی بجائے وہ دوبارہ نگاہیں جھکا کے میز کی سطح کو گھورنے لگی۔

تیمور خان نے بڑی گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا۔ گرم نگاہوں کی تپش محسوس کر کے وہ مزید گھبرا گئی۔

"میں چلتی ہوں۔" گھبراہٹ و بوکھلاہٹ میں وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔

"سنیں مس رباحہ نعیم!" اس نے پکارا تو وہ پلٹ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کل چھٹی مت کیجئے گا کیونکہ میں کل نوٹس لے آؤں گا۔" مسکراہٹ لبوں میں دبا کر وہ بولا۔

رباحہ پر ایک مرتبہ پھر حیرت کا دورہ پڑا تھا۔ وہ پوری آنکھیں اور منہ کھولے اسے دیکھنے لگی۔ جیسے اس کے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہو۔

تیمور نے بڑی دلچسپی سے دوسری دفعہ یہ منظر دیکھا تھا۔

"لیکن آپ کو اس کا معاوضہ بھی ادا کرنا پڑے گا۔" وہ بھی کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔

"آں...... ہاں...... وہ میں کر دوں گی جو بھی آپ کہیں۔" وہ فوراً بولی مبادا وہ مکر ہی نہ جائے۔

"اور کے پھر تیار رہے گا۔" وہ بھرپور نگاہ اس پہ ڈالتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ جبکہ رباحہ خوشی سے جھوم جھوم گئی۔ اس کے لہجے اور نظروں پر غور کیے بغیر وہ خاصی خوشی خوشی سے باہر نکل گئی تھی۔

☆......☆......☆

میری آرزو ہے تجھے پیار دوں
تجھے چاہتوں سے نکھار دوں
کبھی آنسوؤں میں ڈوب کر
تجھے ہر گھڑی میں قرار دوں
میں جنون عشق میں جھوم کر
تجھے قربتوں کا حصار دوں
مجھے تم سے کتنا پیار ہے
تاروں کا کیا شمار دوں
میرے ہر طرف تیری ہی سوچ ہے
کیسے میں خود کو قرار دوں
آ کر پھر تم کہیں نہ جاؤ
تمہیں اپنی روح میں یوں اتار دوں

گھر والوں کو ندا پسند کیا آئی تھی نبیل بھائی نے تو ہتھیلی پر سرسوں جمانے والی بات کی تھی۔ ندا کی فیملی سادہ اور پرخلوص تھی۔ اگرچہ مالی طور پر وہ لوگ زیادہ اچھے نہیں تھے لیکن محبت اور خلوص کی کمی نہ تھی اور یہی بات ان سب کو بھا گئی تھی۔

"نبیل بھائی! آج ہم سب نے شاپنگ پر جانا ہے۔" شادی میں صرف پندرہ دن رہ گئے تھے اور ان لوگوں کی تیاری ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ ہر طرف ہڑبونگ مچی تھی۔ عالیہ آپی ٹورنٹو سے اور عنبر آپی ٹیکسلا سے تشریف لا چکی تھیں۔

عالیہ آپی کے دو بچے اذان اور نومی تھے جبکہ عنبر آپی کی ایک بیٹی تھی۔ تینوں شیطان کا تو ڑ تھے۔ سب سے زیادہ شامت حزنہ کی آئی تھی۔ میرب اور رباحہ تو پھر یونیورسٹی چلی جاتی تھیں۔ کہ ان کی پڑھائی حرج تھی۔ جبکہ حزنہ بیچاری دھرلی جاتی تھی۔ وہ سارا دن ہلکان ہو جاتی۔

"تم کیا سارا دن پریکٹس پر رہتی ہو۔" وہ جو نومی کے منہ میں زبردستی فیڈر دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ رافع کی بات پر تلملا کے سر اٹھایا۔

"تم میرے منہ نہ ہی لگو تو بہتر ہے۔" وہ تو پہلے ہی خار کھائے بیٹھی تھی۔

"عالیہ آپی دیکھیں ناں کہ تم نے ان کی راج دلاری بیٹی کا کیا حال کیا ہے تو تمہاری اچھی طرح خبر لے لیں۔" وہ اسے چڑانے سے باز نہیں آیا۔

"تمہارا دل جو اس معصوم کی محبت میں مچل رہا ہے تو تم خود سنبھال لو۔" وہ تڑاخ سے بولی۔

"یہ خالصتاً خواتین کا شعبہ ہے ورنہ شاید تمہاری ہیلپ کر ہی دیتا۔" وہ کمال بے نیازی سے بولا۔

"تو پھر خواتین کے شعبے میں اپنی ٹانگ نہ ہی اڑاؤ۔" بالآخر وہ نومی کو خاموش کروانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

"نبیل بھائی!" میرب چلانے والے انداز میں بولی تھی۔

"جی بہنا!" بڑے دلار سے جواب آیا تھا۔

"ہم سب نے شاپنگ پر جانا ہے۔" وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی۔

"تو جاؤ ناں روکا کس نے ہے؟" مزے سے کہتا وہ صوفے پر پھیل گیا۔

"جائیں کس کے ساتھ......؟" وہ جیسے زچ ہو کے بولی۔

"یہ رافع ہے ناں جاؤ رافع ان کو شاپنگ پر لے جاؤ۔" وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے رافع اسی کے حکم کا منتظر تو یہاں بیٹھا تھا۔

"شادی رافع کی نہیں آپ کی ہے۔" اب کی دفعہ رباحہ نے مداخلت کی۔

"آ...... اچھا۔" نبیل نے یوں آنکھیں پھیلائیں جیسے یہ اس کے لیے بریکنگ نیوز ہو۔ اچھا خاصا سنجیدہ نبیل بھی ان دنوں شوخ ہو رہا تھا۔

"جی۔ ای۔ ای۔" میرب نے بھی اسی اسٹائل میں جواب دیا۔

"چلیں اٹھیں اب کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔" میرب نے زبردستی بازو پکڑ کر سے اٹھایا۔

"شادی کیا ہو رہی ہے نبیل بھائی نے تو آنکھیں ہی ماتھے پر رکھ لی ہیں۔" حزنہ بھی نومی کو بہلاتی آ گئی تھی۔

"پہلے ہی یہ حال ہے بعد میں پتہ نہیں کیا ہوگا۔" میرب نے آنکھیں نکالیں تو وہ ہنس پڑا۔

"تو یہ ہے خواتین سے کون جیت سکتا ہے۔" وہ کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"خواتین۔" وہ تینوں یک زبان چلائیں تو رافع اور نبیل کے بے ساختہ قہقہے ابل پڑے۔

☆......☆......☆

شادی کے ہنگامے ذرا سرد پڑے تو سب ہی اپنی اپنی روٹین پر آ گئے۔ نبیل اور ندا تو ہنی مون ٹرپ پر نکلے ہوئے تھے۔ عنبر آپی تو واپس چلی گئی تھیں جبکہ عالیہ آپی ابھی یہیں تھیں اور ابھی ان کا مزید ارادہ ٹھہرنے کا تھا۔ کہ پتہ نہیں اب کب موقع ملے آنے کا۔

میرب نے تو نئی نئی یونیورسٹی جوائن کی تھی۔ اس کا M.BA ابھی اسٹارٹ ہی ہوا تھا۔ حزنہ نے بھی بادل نخواستہ کالج جانا شروع کر دیا تھا۔ رافع کو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تھی۔ وہ بھی وہیں جوائن کرنے لگا تھا۔ جبکہ عذیر فی الحال ٹاک ٹوئیاں ہی مار رہا تھا۔ کبھی آفس چلا جاتا کبھی جاب کے پلان بناتا اور کبھی کوئی اپنا بزنس کرنے کا۔ لیکن سب جانتے تھے کہ وہ اتنے پانی میں نہیں کہ یہ دونوں کام ہی کر سکے۔ گھوم پھر کے اس نے باپ کے ساتھ ہی کام کرنا تھا۔

رباحہ یونیورسٹی گئی تو جاتے ہی اسے یہ شاکنگ نیوز سننے کو ملی کہ Caming month ان کے سمسٹرز اسٹارٹ ہونے والے ہیں۔ اس کے تو پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی۔ اور تو وہ پہلے ہی پڑھائی میں "پوری" تھی۔ بمشکل کھینچ تان کے تو M.sc تک پہنچی تھی۔ پہلی پہلی شادی کی خوشی میں خوب دل کھول کر چھٹیاں کی تھیں اب مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے برا حال ہو رہا تھا۔

"لیکن سونیا!! ابھی تو دو ماہ بعد سمسٹرز ہونے تھے۔ پھر اتنی جلدی کیوں......؟" "کیا پتہ تمہیں سننے میں غلطی لگی ہو۔" اس نے تصدیق کے لیے پھر ایک دفعہ سونیا سے پوچھا۔

"جی نہیں مجھے سننے میں قطعاً غلطی نہیں ہوئی اور اگر مزید تصدیق کرنی ہو تو نوٹس بورڈ پر جا کر دیکھ لو۔" سونیا کے جواب پر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

"یا اللہ اب کیا کروں۔" سونیا تو اٹھ کر چلی گئی تھی جبکہ وہ اپنا سر تھام کے رہ گئی۔

"لگتا ہے اس دفعہ تو فیل ہی ہو جاؤں گی۔" وہ روہانسی ہو کر بڑبڑائی۔

ہوا جب تیز چلتی ہے
تمہارا ذکر ہوتا ہے
جب پتے سرسراتے ہیں
تمہارا ذکر ہوتا ہے
کبھی ہولے سے شب کو

میرے دل میں آ کر دیکھو
اک محفل سی ہوتی ہے
اور تمہارا ذکر ہوتا ہے۔
تمہیں کیسے بتاؤں کتنی چاہت
میں نے کی ہے تم سے
کہ جب آنسو چھلکتے ہیں
تمہارا ذکر ہوتا ہے

"اسلام علیکم" پتہ نہیں تیمور خان اچانک کہاں سے نمودار ہوا تھا۔ وہ اپنی پریشانی میں اس قدر گم تھی کہ اردگرد پرواہ ہی نہ تھی۔

"وعلیکم اسلام" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیسی ہیں آپ؟ اتنے دن کہاں غائب ہیں۔" وہ اس سے کچھ فاصلے پر ہی گھاس پر بیٹھ گیا۔

"ہاں میرے بھائی کی شادی تھی۔" وہ پریشان اس قدر تھی کہ چاہنے کے باوجود بھی لہجے میں بشاشت نہیں ہو سکی۔

"اچھا آپ نے تو انوائیٹ نہیں کیا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"ایں" اس نے حیرت میں گھبرا کر اسے دیکھا۔ ان کے درمیان کب اتنی فرینکنیس تھی کہ وہ اسے انوائیٹ کرتی۔

"بندہ کسی کے احسان کا بدلہ ہی اتار دیتا ہے اس بہانے۔" حسب توقع اس کی آنکھوں میں تیرتی حیرت دیکھ کر وہ خاصا محظوظ ہوا تھا۔

"اوہ اچھا سوری نیکسٹ ٹائم ضرور بلواؤں گی انشاء اللہ!" اس کا سابقہ "احسان" یاد کر کے وہ خجل ہو کے سر جھکا گئی۔

"نیکسٹ ٹائم کب اپنی شادی پر......؟" وہ پھر مائل بہ شرارت ہوا۔

"نہیں...... تو......" اس کے منہ سے بالکل غیر متوقع بات سن کے وہ جھجک کے اسی قدر کہہ سکی ایک لمحے کے لیے حیا کی لالی نے اس کے چہرے پر چھپ دکھلائی دی تھی۔ تیمور نے خاصی دلچسپی سے یہ منظر دیکھا تھا۔

"آپ کیسے ہیں؟" اس کی نظروں کے حصار سے بری طرح سٹپٹائی تھی اسی لیے اس کی توجہ ہٹانے کو پوچھ لیا۔

"اس وقت خود کو خاصا فریش محسوس کر رہا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے معنی خیزی سے بولا۔

"آپ کو پتہ چلا نیکسٹ منتھ سمسٹر سٹارٹ ہو رہا ہے۔" وہ جو چند لمحوں کے لیے اس پریشانی کو بھولی تھی دوبارہ یاد آنے پر اس سے پوچھنے لگی۔

"ہاں مجھے بھی چند دن پہلے ہی پتہ چلا تھا۔" وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

"ہائے اللہ! مجھے لگتا ہے میں بری طرح فیل ہو جاؤں گی۔" وہ روہانسی ہو کے بولی۔

"کیا اچھی طرح بھی فیل ہوا جاتا ہے۔" وہ جو ایک لمحے کے لیے سنجیدہ ہوا تھا دوبارہ شوخی سے گویا ہوا۔

"کتنی عزت افزائی ہوگی ناں سب کے سامنے اور ندا بھابھی کیا سوچیں گی۔ میری نند کتنی نالائق ہے۔" اس نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں تھی خود میں ہی بڑبڑانے لگی۔

"اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک بات کہوں۔" اس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اگر آپ چاہیں تو مجھ سے ہر قسم کی Help لے سکتی ہیں۔" اس نے بڑے ٹھہرے ہوئے باوقار لہجے میں آفر کی تھی۔

"آ آپ سے......؟" رباحہ تو بے ہوش ہونے کے قریب تھی۔ کہاں تو وہ پوری یونیورسٹی میں کسی کو گھاس نہیں ڈالتا تھا اور کہاں اسے اتنی اچھی آفر۔

"کیوں میں کیا کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔"

اس نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ برا مان گیا ہو۔

"نن...... نہیں میرا یہ مطلب تو نہیں تھا آپ تو بہت نیک اور رحمدل ہیں۔" وہ جلدی جلدی میں جوش میں آیا بول گئی بغیر سوچے سمجھے۔ مبادا وہ اپنی پیشکش واپس ہی نہ لے لے۔

اس کے نیک اور رحمدل کہنے پر تیمور کو ہنسی آ گئی۔ وہ واقعی بے حد سادہ تھی۔

"شاید جلدی میں کچھ غلط بول گئی ہوں۔" وہ اسے ہنستا دیکھ کر اس نے شرمندہ ہو کر دل میں سوچا۔

"اوکے آپ مجھے بتا دیجئے گا آپ کو کون سے ٹاپک حل کرنے ہیں۔ میں آپ کو نوٹس بھی لا دوں گا اور اگر کہیں کوئی Problem ہوئی تو سمجھا بھی دوں گا۔" اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ اس پر اتنا مہربان کیوں رہا ہے۔ آج اتنے دنوں بعد اس کی شکل دیکھ کے قدم خود بخود اس کی طرف اٹھ گئے تھے۔

"......تھینکس سو مچ۔" وہ خوشی سے بے قابو ہوتے لہجے میں بولی۔ اس کے چہرے کی جگمگاہٹ نے تیمور کے اندر باہر روشنی بھر دی تھی۔

"یو آر آلویز موسٹ ویلکم۔" اس کے چہرے پر نظریں جما کے وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

"لیکن احتیاط کیجئے گا کسی کو پتہ نہ چلے۔" اس نے آخر تنبیہ بھی کر دی۔ وہ جس قدر بے وقوف تھی اس سے کچھ توقع نہیں تھی کہ اپنے ساتھ پورے ڈپارٹمنٹ کو بھی شریک کر لیتی۔

"ڈونٹ وری میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔" اس کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

"اور ہاں میں فیس بھی لوں گا۔" وہ جاتے جاتے پھر شریر ہوا۔

"ضرور کیوں نہیں میں دے دوں گی۔" حسب توقع اس نے ظاہری مطلب اخذ کیا تھا اور گہرائی میں جانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

تیمور کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی اسے اللہ حافظ کہتا وہاں سے اٹھ آیا۔

☆......☆......☆

وہ یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے غیر معمولی چہل پہل کا احساس ہوا۔ جب خلاف اس وقت ہی سب کی محفل جمی تھی۔ وہ بھی اپنے کمرے میں جانے کی بجائے سب کو مشترکہ سلام کرتی شولڈر بیگ اور فائل سائیڈ پر رکھتی وہیں دھپ سے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ہائے پانی تو پلا دو خالو!" اس نے بیٹھتے ہی ہانک لگائی۔

"میرب! ان سے ملو یہ میرے بھائی ہیں عمیر حسن۔" ندا بھابھی نے اسے مخاطب کیا تو وہ چونک کر اپنے سائیڈ والے صوفے کی طرف متوجہ ہوئی۔ جہاں ایک خوبرو نوجوان آنکھوں میں ذہانت کی چمک لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہیں......" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کے اسے دیکھا۔

"مطلب کہ ایک مہینے میں اتنی ترقی......؟"

"کیا مطلب......؟" عمیر کے ساتھ ساتھ وہ سب بھی اس کے مبہم جملے پر حیران ہوئے تھے۔

"مطلب کہ ایک ماہ پہلے جب ندا بھابھی کی شادی ہوئی تو ان کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ ایک مہینے میں اتنا بڑا بھائی......؟ امیزنگ۔" اس کی حیرت ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

دبی دبی مسکراہٹ ان سب کے چہروں پر پھیل گئی۔

"عمیر میرا پھوپھی زاد بھائی ہے آئی مین کزن۔" ندا نے وضاحت کی۔

"اوہ...... اچھا۔" اس نے یوں اطمینان بھرا سانس خارج کیا جیسے کوئی بہت بڑی مشکل حل

ہوگئی ہو۔ عمیر بھی اس کے انداز پر مسکرا دیا۔

"ویسے بائی دا وے آپ اب تک کہاں غائب تھے؟ میں نے تو آپ کو شادی میں بھی نہیں دیکھا۔" وہ اب براہ راست عمیر سے مخاطب ہوئی۔

"میں ایجوکیشن کے سلسلے میں لندن میں تھا۔ اسی ہفتے واپس آیا ہوں تو ماما نے ندا آپی کی شادی کا بتایا۔ مجھے تو کسی نے انفارم ہی نہیں کیا ورنہ شادی میں شرکت کی ضرور کوشش کرتا۔ اب آیا ہوں تو پہلی فرصت میں ندا آپی سے ملنے آگیا ہوں۔" اس نے بڑے مفصل انداز میں جواب دیا۔ اس کے مہذب اور شائستہ لب و لہجے نے میرب کو متاثر کیا تھا۔

"عمیر بہت اچھا ہے۔ ہمیں کبھی بھائی کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ بالکل بھائیوں کی طرح ہم سب بہنوں کا خیال رکھتے ہیں۔" ندا کے لہجے میں محسوس کی جانے والی محبت و چاہت تھی۔

"دراصل جو لوگ خود اچھے ہوتے ہیں ناں انہیں سب ہی اچھے لگتے ہیں۔" عذیر نے فلسفہ جھاڑا۔

"اور یوں تم جیسوں کے حصے میں بھی ایک آدھ تعریف آہی جاتی ہے۔" میرب نے اسے لتاڑا۔

"تم بھی میری ہی قبیل سے ہو۔" وہ کون سا ادھار کا قائل تھا۔

"اٹھو میرب! جاؤ اپنے کمرے میں فریش ہو کپڑے Change کرو۔ چلو حزنہ اور رباحہ اٹھو شام کی چائے کی تیاری کرو۔" ندرت نے اندر آتے ہوئے تینوں کو اٹھایا۔

"پرایا بچہ آیا بیٹھا ہے اور انہیں کوئی عقل ہی نہیں ہر وقت بس چونچیں لڑاتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں کب بڑے ہوں گے۔" وہ دل ہی دل میں انہیں کوسے جا رہی تھی۔

اپنے کمرے میں آکر فریش ہونے کی بعد وہ جو لیٹی تو پھر اس وقت اٹھی جب شام کے سائے ڈھل رہے تھے۔ بکھرے بالوں کے جوڑے کی شکل میں لپیٹی دوپٹے کو بائیں کندھے پہ ڈالتی وہ باہر لان میں آئی۔ تو سب چائے کو ساتھ لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ہوگئی نیند پوری؟" ندا بھابھی اسے دیکھ کر مسکرائیں اور اپنے ساتھ والی کرسی سے کے لیے بڑھائی۔

"جی آج یونیورسٹی میں کافی تھکاوٹ ہوگئی تھی۔ راستے میں پوائنٹ میں گڑبڑ ہوگئی بس کھینچ تان کر گھر تک پہنچی ہوں۔"

نیند کے خمار سے گلابی ہوتی آنکھیں، چہرے کے اطراف سے نکلتی لٹیں۔ جنہیں بے دھیانی میں وہ بار بار کان پیچھے اڑس رہی تھی۔ عمیر کی نگاہوں کا مرکز بن گئی۔

"کیا پڑھ رہی ہیں آپ؟" عمیر نے پوچھا۔

"میں ایم۔ بی اے کر رہی ہوں۔" وہ مزے سے چائے کا کپ پکڑتے ہوئے بولی۔

"عمیر بھائی ہمیں لندن کا کوئی مزے دار واقعہ سنائیں۔" حزنہ نے اپنی عقل کے مطابق ہی بات کی تھی۔

"وہ لندن گئے تھے ایئر فورس میں نہیں جو تمہیں مزے دار واقعے سنائیں۔" رافع نے حسب عادت اسے گھسیٹ لیا تھا۔

"تم نے ہر بات میں ضرور ٹانگ اڑانی ہوتی ہے۔" وہ چڑ کے بولی۔

"ٹانگ جو اتنی لمبی ہے خود بخود ہی اڑ جاتی ہے۔" رباحہ کی زبان میں بھی کھجلی ہوئی۔

"تمہاری زبان سے تو چھوٹی ہی ہے۔" وہ بیک وقت کئی محاذوں پر لڑ سکتا تھا۔

"بس کرو اب شروع مت ہو جانا۔" ندرت نے ڈپٹا۔

"رہنے دیں آنٹی! یہی تو محبت کی علامت

ہے۔" عمیر نے فوراً ان کی سائیڈ لی۔

"نبیل بھائی اور عذیر نظر نہیں آ رہے۔" ان دونوں کو غائب پا کر میرب نے دریافت کیا۔

"تمہارے ماموں کا فون آیا تھا۔ کوئی ڈیلیگیشن آ رہا تھا۔ اسلیے دونوں چلے گئے۔ مجھے تو خود اچھا نہیں لگ رہا تھا ان کا جانا عمیر آیا تھا اس کو کمپنی دیتے۔" ندرت نے کہا۔

"کوئی بات نہیں آنٹی! میں جانتا ہوں بزنس کی مصروفیات کو۔ ایسا سب تو چلتا ہی رہتا ہے۔" اس نے فوراً پوزیشن کلیئر کرنا چاہی۔

"پتہ نہیں واقعی اتنا سعادت مند ہے یا صرف پوز کر رہا ہے۔" میرب نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔ اسی دم عمیر نے نظریں اٹھائیں۔ نظروں کے تصادم پہ میرب نے جز بز ہو کے نگاہیں جھکالیں اور فوراً چائے کا کپ لبوں سے لگالیا۔ جبکہ عمیر کے ہونٹوں پر بڑی دلکش مسکراہٹ بکھری تھی۔

☆.......☆.......☆

آج چھٹی کا دن تھا سب گھر میں موجود تھے۔ عمیر بھی یہیں تھا۔ نبیل بھائی نے اصرار کر کے اسے روک لیا تھا۔

"چھٹی کا دن ہمارے ساتھ گزار کے دیکھو۔" نبیل بھائی نے بڑے دوستانہ انداز میں ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اور آئندہ ہمیشہ کے لیے توبہ کرلیں گے۔ بعد میں ندا بھابی سے کہیں گے۔ تم سارا دن سرکس میں کیسے گزار لیتی ہو؟" میرب نے اندر داخل ہوتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

"آپ کی موجودگی میں، میں بور کیسے ہو سکتا ہوں۔" پتہ نہیں اس کے لہجے میں کیا بات تھی۔ میرب نے ٹھٹک کے اسے دیکھا۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا تاہم لبوں پر شریر و شوخ سی مسکراہٹ ضرور موجود تھی۔

"اس کی چھوڑو یار! یہ دنیا میں واحد ہستی ہے جو ایم۔ بی اے کر رہی ہے۔" عذیر لطیف سا طنز کیا تھا۔ وہ جھنجل سی ہوگئی۔ واقعی وہ جب سے یونیورسٹی جانا شروع ہوئی تھی۔ خاصی مصروف ہوگئی تھی۔

"تو تم بھی کر لو تا کہ ایک اور ایک گیارہ ہو جائیں۔" وہ کھسیاہٹ مٹانے کو بولی۔

"عمیر بھائی! آپ سے بتائیں آپ کو کون سی ڈش پسند ہے۔ میں آج اسپیشل آپ کے لیے بناؤں گی۔" حزنہ نے ہال میں داخل ہوتے ہی اسے مخاطب کیا۔

"بلیک بریانی۔" رافع جھٹ سے بولا۔

"وہ کیا تمہارے گوشت کی بنتی ہے؟" وہ تپ کے اس کی طرف مڑی۔

"نہیں تمہارے۔" کمال اطمینان سے جواب دیا گیا۔ عمیر کا قہقہہ جاندار تھا۔

"گلاب جامن کر فرمائش کر دیں عمیر بھائی!" رافع ابھی بھی باز نہیں آیا تھا۔

"نہ تنگ کرو میری بہن کو۔" عمیر نے حزنہ کی سائیڈ لی تو وہ رافع کو گھورتی کچن میں چلی گئی۔

"آپ کی بہن بڑی تیز ہے۔" رافع ہنستے ہوئے بولا۔

"تم جو ہر وقت اس کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔" میرب بھی اس کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"تو جی یہاں ہر طرف اس کے حواری ہیں۔" اس نے مسکین سی شکل بنائی۔

"تم سمیت۔" میرب نے مسکراہٹ لبوں میں دبا کر شرارتی نظروں سے اسے دیکھا۔

اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کے رافع نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا۔ عمیر نے ٹھٹک کے ان دونوں کو دیکھا۔

"دال میں کچھ کالا ہے۔" عمیر نے مشکوک نظروں سے ان دونوں کو دیکھا۔

میرب کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ رافع بھی مسکرا دیا۔

جسے ہم کہہ نہیں سکتے اسے ہم فرض کرتے ہیں
چلو ہم فرض کرتے ہیں ہمیں اس سے محبت ہے

عذیر نے ”تم“ کی جگہ اس کا صیغہ لگا کے حسب حال شعر پڑھا۔

”اچھا۔ تو یہ بات ہے۔“ عمیر بھی مسکرا دیا۔

”بس بھائی! بڑا خدا ترس دل پایا ہے۔“ رافع نے انکساری کی حد کر دی۔

”جاؤ جاؤ یہ خدا ترسی کہیں اور دکھاؤ ایسے بھی گرے پڑے نہیں ہم۔“ میرب کی بہنا پے کی رگ پھڑکی۔

”صلہ رحمی گھر والوں سے شروع کرنی چاہیے۔“ وہ علامہ بنا۔

”بس اپنی مردانہ انا کو پیچھے نہ آنے دینا انا کا پرچم بلند رہے تو دل کو تسکین ہوتی ہے۔ ہے ناں۔“ اس نے آئینہ دکھایا۔

”صلہ رحمی میں انا کہاں سے آ گئی؟“ وہ بھی بڑا کائیاں تھا جلد ہاتھ آنے والوں میں سے نہ تھا۔

”یہ تو بڑا لطیف جذبہ ہے مس میرب! دل کے معاملوں میں انا کا عمل دخل نہیں ہوتا۔“ عمیر بھی میدان میں کود پڑا۔

”مردوں کے لیے سب سے بڑا معاملہ ہی انا کا ہوتا ہے۔“ وہ اپنے موقف پر ڈٹی تھی۔

”آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟“ وہ بھی سنجیدہ ہوا۔

”میں نے ہزار دفعہ مشاہدہ کیا ہے۔“ اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی کی آمیزش تھی۔ جسے عمیر محسوس کیے بنا نہ رہ سکا۔

”پھر ہم اس احساس کو محبت کا تو نام نہیں دے سکتے۔ میرے نزدیک جو محبت انا کی انگلی تھامے ہوئے ہو وہ محبت تو نہیں سراسر خود غرضی ہے۔“ وہ بڑے گہرے لہجے میں بولا۔

”ہم خود غرضی کو محبت کے لبادے میں ہی تو لپیٹ دیتے ہیں۔“ وہ بولی۔

”لیکن پانچوں انگلیاں برابر تو نہیں ہوتیں مس میرب!“ اس نے بھی گویا اسے سمجھانے کا حلف اٹھا رکھا تھا۔

”یہ میں نے کب کہا کہ سب لوگ ایک جیسے ہوتے ہیں لیکن زیادہ تر ایسے ہی ہوتے ہیں اس کی بات عمیر نے ایک اطمینان بھری سانس کھینچی۔

”چلیں شکر ہے آپ نے سب مردوں کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں کر دیا۔ ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا آپ کے نادر خیالات سے۔“ اسے دیکھ کر وہ مبہم سا مسکرایا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

عذیر نے ماحول پر چھائی کثافت کو کم کرنے کے لیے نہایت ہی بے تکا شعر پڑھا۔ جس پر وہ سب ہی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

☆.......☆.......☆

محبت پھر محبت ہے
کبھی دل سے نہیں جاتی
ہزاروں رنگ ہیں اس کے
عجب بے ڈھنگ ہی اس کے
کبھی صحرا کبھی دریا
کبھی جگنو، کبھی آنسو
ہزاروں روپ رکھتی ہے
بدن جھلسا کے جو رکھ دے
بلا کی دھوپ رکھتی ہے
کبھی بن کر اک جگنو
شب غم کے اندھیروں میں
دلوں کو آس دیتی ہے
کبھی منزل کنارے پر
صدیوں کے مسافر کو
فقط اک پیاس دیتی ہے
اذیت ہی اذیت ہے
محبت پھر محبت ہے
کبھی دل سے نہیں جاتی

”میرب!“ اپنے نام کی پکار پر اس نے پلٹ کے دیکھا تو مقابل عمیر حسن کو پایا۔

”کیسے ہیں آپ؟“ وہ خوشدلی سے دریافت کرنے لگی۔

”ٹھیک ٹھاک آپ سناؤ۔“ اس کی آنکھوں چمک میرب کو مخاطب کرتے وقت یونہی بڑھ جایا کرتی تھی۔ جیسے اب اسے بک شاپ پر دیکھ کے اسے وہ بے حد خوش ہوا تھا۔

”میں بھی ٹھیک ہوں۔ چند بکس خریدنا تھیں اپنے یونیورسٹی سے سیدھی ادھر آ رہی ہوں۔ یہ تینوں بکس پیک کر دیں۔“ اسے جواب دینے کے ساتھ وہ کاؤنٹر مین سے مخاطب ہوئی۔

”چلیں پھر لگے ہاتھوں میری بھی ہیلپ کر دیں۔“ وہ اس کی منتخب کردہ کتابیں الٹ پلٹ کے دیکھنے لگی۔ وہ Accountes اور Finance سے متعلق تھیں۔

"why not" وہ ہلکے سے مسکرائی۔

”لیکن آپ کو help چاہیے کس سلسلے میں؟“

”فی الحال تو کچھ بکس خریدنا ہیں باقی بعد میں بتاؤں گا۔“ اسے نگاہوں میں رکھ کے وہ خوبصورت انداز میں گویا ہوا۔

”اچھی گئی ندا آپی کا برتھ ڈے قریب ہی ہے مجھ سے وہ ہر دفعہ اچھی ہی بکس کی ہی امید لگائے رکھتی ہیں۔ اسی سلسلے میں آج ادھر آ نکلا۔ قسمت اچھی تھی کہ آپ مل گئیں ورنہ اکیلا ہی کھپتا رہتا۔“

”ارے واہ...... ! ندا بھابھی کا برتھ ڈے اور مجھے تو علم ہی نہیں۔ تھینکس گاڈ پتہ چل گیا ورنہ سب کے سامنے کتنی ہتکی ہوتی۔“ ایکسائٹڈ ہونے کے ساتھ اس نے ایک جھرجھری بھی لی۔

”تو پھر کون سی کتاب لی جائے جو ان کے لیے مناسب ہو مزاج کے مطابق ہو۔“ وہ اب بک شاپ کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ جہاں مختلف ریکس میں ہر موضوع کے متعلق ہر قسم کی بکس دستیاب تھیں۔

”اب تو کوئی امور خانہ داری متعلق کتابیں ہی ان کے لیے best رہیں گی۔“ وہ شرارت سے بولی تو عمیر ہنس دیا۔

”پھر تو وہ مزے کے زیادہ کام آئیں گی۔“ وہ بھی موڈ میں تھا۔

”اچھی بات ہے یہ ایک تیر میں دو شکار۔“

”یہ کیسی رہے گی؟“ وہ احمد فراز کی درد آشوب نکال کے اسے دکھانے لگا۔

”توبہ کریں شادی کے بعد تو یہ درد و الم کی ڈائریاں تو انہیں گفٹ نہ کریں۔ ویسے بھی وہ نبیل بھائی کے ساتھ بہت خوش ہیں۔“ اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر اس نے واپس اس جگہ رکھ دی۔

”پھر تو اس سے بہتر کوئی کتاب ہو ہی نہیں سکتی۔“ بظاہر چہرے کے تاثرات کو وہ سنجیدہ رکھے ہوئے ڈاکٹر یونس بٹ کی شادیات نکالتے ہوئے بولا میرب کا اپنائیت بھرا انداز اسے شرارت پر اکسا رہا تھا۔

”توبہ ہے آپ تو......“ وہ اس دفعہ اپنی ہنسی روک نہ پائی۔

بالآخر حسین تارڑ کے چند سفرناموں پر ان کا اتفاق ہوا تھا۔

”آیئے میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔“ بک شاپ سے باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے عمیر حسن نے اسے پیشکش کی تھی۔

”تھینکس یو آپ کو کافی لمبا چکر پڑے گا میں ٹیکسی سے چلی جاؤں گی۔“ وہ متامل ہوئی۔

”ڈونٹ بی فارمل میرب! میں نے کوئی آپ کو کندھوں پر سوار کر کے نہیں لے جانا جو لمبا چکر کاٹنے سے تھک جاؤں گا۔“ شاید اسے تھما کر

وہ گاڑی کا لاک کھولتے ہوئے بولا۔
”پھر بھی وقت تو لگے گا ناں۔“ وہ ابھی بھی متامل تھی۔
”تو کیا ہوا وقت بہرحال آپ سے قیمتی نہیں ہے۔“ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ پھر دونوں شاپرز اس کے ہاتھ سے لے کر بیک ڈور کھول کر اندر رکھے میرب کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی اس کے انداز پر۔
”بیٹھو“ اس نے ڈور کھولتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ جزبز ہوتی بیٹھ گئی۔
”اور اسٹڈی کیسی چل رہی ہے۔“ گاڑی مین روڈ پر لاتے ہوئے وہ اس سے مخاطب ہوا۔
”ٹھیک۔“ وہ ایک لفظی جواب دے کر اپنے ناخنوں کو دیکھنے لگی۔
”اگر برا لگا ہو تو آئم ساری مجھے اچھا نہیں لگا کہ خود چلا جاؤں اور تم یوں ٹیکسی میں سفر کرتی پھرو۔“ وہ اس پر نگاہ ڈال کر بڑے نرم انداز میں بولا تھا۔
”یہ ایسی بات تو نہیں کہ اسے انا کا مسئلہ بنالیا جائے۔ اگر آپ نہ آتے تو مجھے ٹیکسی سے ہی جانا تھا۔“ وہ یونہی دھیرے لہجے میں گویا ہوئی۔
”بات انا کی نہیں بات دل کی ہے اور میرے دل نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم اکیلی جاؤ۔“ اس سے بحث کرنے میں شاید اسے مزہ آتا تھا۔
”تو پھر یوں کریں کہ جتنی بھی Female ٹیکسی میں سفر کررہی ہیں سب کو اٹھا کر اپنی گاڑی میں لادلیں۔“ وہ جلا کر بولی تو گاڑی عمیر حسن کے قہقہے سے گونج اٹھی۔
”پھر تو مجھے کار کی بجائے ٹرک خریدنا لینا چاہیے۔“ وہ کچھ اس انداز سے بولا کہ نا چاہتے ہوئے بھی میرب کی ہنسی نکل گئی۔
”ٹرک بھی برا نہیں ہے۔“ وہ ہنسی روکتے ہوئے بولی۔
”چلیے جی یہ فرمائش بھی سرآنکھوں پر بشرطیکہ ٹھیک فرنٹ سیٹ پر تم بیٹھو۔“ اس نے لہجے میں شرارت کا عنصر نمایاں تھا۔
”میرا دماغ خراب نہیں ہے۔“ اس نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔
”خوش قسمت ہیں ورنہ ادھر تو دماغ کے ساتھ ساتھ خانہ خراب دل بھی جواب دے گیا ہے دل بھی اپنا نہیں ہے۔“ اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔
”میرا خیال ہے اے سی کی کولنگ ہی کافی ہے۔“ میرب کا اشارہ اس کی ٹھنڈی آہوں کی طرف وہ سمجھ کے مسکرا دیا۔
”ویسے سنگ دل اور پتھر دل لوگوں کے بارے میں صرف سنا تھا آج دیکھ بھی لیا۔“ ایک مسکراتی ہوئی نگاہ اس پر ڈال وہ گویا ہوا۔
”کیا آ...... آ۔“ وہ احتجاجاً چلائی۔
”ایک انسان دن رات ان دیکھی آگ میں جلے اور اگلے بندے تک اس کی آنچ بھی نہ پہنچے یہ سنگدلی نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟“ وہ پورا کا پورا اس کی طرف متوجہ تھا۔ اے سی کی کولنگ کے باوجود میرب کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے۔
”گھر آگیا......“ اسی وقت گاڑی کے بریک لگا۔ وہ اتنی گھبرائی ہوئی تھی۔ کہ وہ فوراً ڈور کھول کر باہر نکل گئی۔ برق رفتاری سے گاڑی کا بیک ڈور کھولا ایک شاپر باہر کھینچا اور یہ جا وہ جا۔
”اپنی گھبراہٹ میں وہ نہ تو اسے تھینکس کہہ سکی اور نہ ہی اندر آنے کی دعوت دی فوراً گیٹ کھولا اور غڑاپ سے اندر عمیر مسکرا دیا۔ بڑے جذب کے عالم میں گنگناتے ہوئے وہ گاڑی بیک کرنے لگا۔

☆......☆......☆

”کیا بات ہے پارٹنر! کدھر گم ہو؟“ مزنہ جو ابھی ابھی اپنی امی سے تازہ ڈانٹ سننے کے بعد رو کے فارغ ہوئی تھی۔ اس کی بات سن کر بھڑک اٹھی۔

”یہ پارٹنر کسے کہا ہے؟“
”ہیں...... تمہارے علاوہ ادھر اور کون ہے۔“ رافع یوں دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھنے لگا گویا واقعی کسی کے نہ ہونے کی تصدیق کررہا ہو۔
”یہ مسخرے پن کے مظاہرے کسی اور کے سامنے جا کر کرو۔ مجھے یہ فضول کے ڈرامے پسند نہیں۔“ اس کی حرکت اسے آنکھ نہیں بھائی تھی۔
”اچھا...... تو پھر فضول کی فلمیں پسند ہیں؟“ وہ بڑے اشتیاق سے پوچھنے لگا۔
”کیا مطلب؟“ وہ خاک بھی نہ سمجھی۔
”بھئی سیدھی سی بات ہے فضول کے ڈرامے نہیں پسند تو پھر فضول کی فلمیں پسند ہوں گی۔“ وہ یوں سمجھانے لگا جیسے بڑے نکتے کی بات ہو۔
”بھاڑ میں جاؤ تم۔“ وہ تپ کے آتے ہی چلائی۔
”تم بھی ساتھ چلو۔“ وہ معنی خیزی سے بولا۔
”رافع“ پوری قوت سے چلاتے ہوئے وہ دائیں بائیں اسے مارنے کے لیے کچھ تلاشنے لگی۔
”جی...... سرکار...... حکم۔“ وہ بڑی ادا سے کورنش بجالایا۔
”تم......“ اس نے دائیں بائیں سے کشن اٹھائے اور اسے دے مارے۔
”کیسی لڑکی ہو ابھی سے تنگ کرو گی۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کرنے لگا۔
”مزنہ۔“ حسنہ کی آواز پر وہ اس کے ہاتھ ایکدم رک گئے۔
”بری بات ہے بیٹا! وہ بڑا ہے تم سے۔“ کشن اس کے ہاتھ سے پکڑ کر ایک سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ بڑے نرم انداز میں گویا ہوئیں۔
”تو اسے بھی سمجھائیں نہ پھپھو! مجھے تنگ مت کیا کرے۔“ وہ روہانسی ہو کے بولی۔
”کیوں ہر وقت میری بچی کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔“ انہوں نے رافع کو ڈپٹا۔
”یہ کام ہی ایسے کرتی ہے۔“ اس نے سارا ملبہ اسی پر ڈال دیا۔
”میں تمہیں کیا کہتی ہوں۔“ وہ تیز لہجے میں بولی۔
”یہی تو سارا رونا ہے۔“ اس نے ٹھنڈی آہ بھری حسنہ مسکرا دیں۔
”دیکھ لیں پھپھو! اس کو۔“ حسب عادت وہ بات کی گہرائی تک نہیں پہنچی تھی۔
”نہ تنگ کیا کرو میری بچی کو۔ یہ تو سب سے اچھی بچی ہے میری۔“ پھپھو نے نہایت پیار سے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ رافع کو جتاتی نظروں سے دیکھنے لگی۔
”اس اچھی بچی سے کہیں اب بڑی ہو جائے۔ بچوں والی حرکتیں چھوڑ دے۔“ وہ اس کی نظروں کے مفہوم کو خاطر میں لائے بغیر بولا۔
”تم کیوں جلتے ہو جل ککڑے۔“ اس نے مزہ لیا۔
”میں جل ککڑہ ہوں تو تم کیا ہو جل ککڑی؟“ وہ بھی کون سا ہارنے والوں میں سے تھا۔
”چلو بس کرو تم تو ابھی تک بچوں کی طرح لڑتے ہو حالانکہ اب اتنے بڑے ہوگئے ہو۔ کل کو شادیاں ہوجائیں گی اب کچھ عقل سیکھو اور یہ بچپنا چھوڑ دو۔“ انہوں نے دھیمے لب لہجے میں دونوں کو سمجھایا۔
”جی اچھا۔“ رافع نے فوراً سر جھکا کر سعادت مندی کا اظہار کیا۔
”مزنہ! چلو اب اچھی سی چائے بنا کر لاؤ۔“ پھپھو نے کہا تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔
”ساتھ میں فرنچ فرائز بھی بنا لینا۔“ رافع نے پیچھے سے ہانک لگائی۔
اس کی فرمائش پر وہ تلملا کے مڑی تھی کچھ

کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ پھپھو کو دیکھ کر ضبط کر گئی۔ تاہم سلگتی نگاہوں سے اسے گھورنا نہیں بھولی تھی۔ اس کا ضبط کے مارے سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر رانخ کے لیے قہقہے کا گلا گھونٹنا مشکل ہو گیا تھا۔ حزنہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"کیا بنے گا تمہارا۔" حسنہ ان دونوں کے تیور دیکھ کر مسکرا دیں۔

☆......☆......☆

"Oh! My God" اس نے شاپر میں سے کتابیں نکالیں اور مستنصر حسین تارڑ کے سفرنامے دیکھ کر اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

اس دن افراتفری میں جو بھی شاپر اس کے ہاتھ لگا وہ اسے ہی گھسیٹ کر اندر کی طرف چلی گئی تھی۔ اب جو دو دن بعد بوقت ضرورت اپنی بکس کو کھول کر دیکھا تو اب اپنی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"یہ کیا کر بیٹھی ہوں بیوقوفی میں اب کیا کروں۔" خود پر افسوس کرنے کے بعد وہ اب خود سے ہی مخاطب ہوئی۔

"اوہ یس۔" اس کے ذہن میں جھماکا تو وہ فوراً اٹھ کر ندا آپی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ندا بھابھی کے Cell سے اسے بڑی آسانی سے عمیر کا نمبر مل گیا۔ اس نے اچھی طرح چیک کیا۔ موبائل میموری میں صرف ایک ہی عمیر تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ عمیر حسن ہی ہے ندا بھابھی کا کزن کیونکہ ندا بھابھی اکثر و بیشتر اسے فون کرتی رہتی تھیں۔

اپنے کمرے میں آ کر اس نے عمیر حسن کا نمبر ملایا۔ تیسری بیل پر فون ریسیو کر لیا گیا تھا۔

"اسلام علیکم۔"

"وعلیکم اسلام۔"

"عمیر حسن صاحب......؟" اس نے بات کے آغاز سے پہلے تصدیق ضروری سمجھی۔

"جی میں عمیر حسن بات کر رہا ہوں۔"

"میں میرب بات کر رہی ہوں کیسے ہیں آپ؟" شکر تھا کہ اس نے صحیح نمبر پریس کیا تھا۔

"الحمدللہ! میں ٹھیک ٹھاک ہوں تم کیسی ہو؟" میرب کی آواز سنتے ہی خودبخود اس کے لہجے میں شیرینی سی گھل گئی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"میں اس دن غلطی سے آپ کی بکس لے آئی تھی اور میری بکس آپ کی گاڑی میں رہ گئی تھیں۔" وہ جلدی سے مطلب کی بات پر آ گئی۔

"اوہ...... ہاں...... تو آپ کو یاد آ ہی گیا۔" وہ ہنسا۔

"میں نے تو اسی دن گھر جا کر دیکھ لیا تھا کہ تم غلطی سے میری بکس لے گئی ہو۔"

"اگر دیکھ لیا تھا تو بھی مجھے بتا دیتے۔" وہ فوراً بولی۔

"پہلے میں یہ سمجھا تھا کہ تم غلطی سے دوسری بکس لے گئی ہو۔ لیکن جب دو دن تک تم نے کوئی رابطہ نہیں کیا تو میں سمجھا کہ تمہیں میری بکس زیادہ پسند آ گئی ہیں۔ لہٰذا اب واپس کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تو بس میں ان پر فاتحہ پڑھ کر اب جی لینے کا سوچ رہا تھا کیونکہ ندا آپی......"

"جی نہیں۔" وہ فوراً اس کی بات کاٹ کے تیزی سے بولی۔

"میں نے تو اس دن سے بکس کو ہاتھ ہی نہیں لگایا آج ہی نکال کے دیکھی ہیں بلکہ ابھی دیکھی ہیں اور ابھی آپ کو فون کر دیا ہے۔"

"چلو کوئی بات نہیں اگر زیادہ پسند آ گئی ہیں تو رکھ لو۔ میں کون سا واپس مانگ رہا ہوں۔" اس کا انداز صاف چھیڑنے والا تھا۔

"تھینکس میں دوسروں کی چیزوں پر نظر نہیں رکھتی۔" وہ چڑ کے بولی۔

"بات صرف نظر رکھنے کی حد تک ہوتی تو پھر بھی ٹھیک تھا۔ تم تو بڑے دھڑلے سے یوں لے گئی ہو جیسے ازل سے سب کچھ تمہارا ہی ہو۔" وہ

شرارت سے کہتا اسے مزید چڑانے لگا۔

"حد ہوتی ہے بدگمانی کی بھی میں کیوں دوسروں کی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنے لگی۔ بس غلطی سے ایسا ہو گیا۔" اسے واقعی غصہ آ گیا۔

"ہم سے تو کبھی ایسی غلطی نہ ہوئی۔" اس نے جیسے اس کے غصیلے لہجے کا لطف لیا تھا۔

"اب اس میں میرا کیا قصور کہ آپ سے کبھی ایسی غلطی نہیں ہوئی۔" وہ زچ ہو کے بولی۔

"تمہارا ہی تو قصور ہے سارا۔" وہ ہنسا۔

"اگر سمجھو تو......" معنی خیز سا لہجہ۔

"آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" اس نے غصے سے فون ہی بند کر دیا۔

چند سیکنڈ بعد اس کا سیل دوبارہ گنگنا اٹھا۔ اس نے دیکھا اسکرین پر اسی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر موبائل کو گھورا پھر قدرے توقف سے اسے آن کیا۔

"سوری یار! میں مذاق کر رہا تھا۔ اگر برا لگا ہو تو سوری۔" وہ چھوٹتے ہی معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ میرب کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

"اٹس اوکے۔"

"ناراض ہو گئی ہو؟" عمیر کو تشویش لاحق ہوئی۔

"نہیں تو میں اب اتنی بھی بچی نہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض ہو جاؤں۔" وہ مسکرا دی۔

"تھینکس ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا تم ناراض ہو گئی ہو اچھا اب بتاؤ کب دینے آؤں تمہاری بکس؟ اگر ابھی چاہیں تو ابھی لے آؤں؟"

"نہیں...... آپ کو اگر زیادہ پسند آ گئی ہیں تو آپ رکھ لیں۔" وہ اسی کے انداز میں بولی تو عمیر قہقہہ لگا کے ہنس پڑا۔

"میں ایسی بور اور ڈل کتابیں پڑھ چکا ہوں اب تمہاری باری ہے۔"

"خیر اتنی بھی بور اور ڈل نہیں۔" وہ منہ بنا کے بولی۔

"اس کا مطلب ہے تمہاری برتھ ڈے پر تمہیں گفٹ کی جا سکتی ہیں۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں۔" وہ فوراً بولی۔

عمیر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"پھر کیا لو گی اپنی برتھ ڈے پر؟" وہ استفسار کرنے لگا۔

"یہ تو گفٹ دینے والے کی مرضی پر منحصر ہے لینے والے کی نہیں۔" وہ بولی۔

"میرے پاس تو پھر وہی Accountes اور Finance کے متعلق ہی بکس ہیں۔" وہ ابھی بھی اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"وہ تو آل ریڈی میری ہیں۔ آپ کی نہیں۔" اس نے تردید کرنا از حد ضروری سمجھا۔

"ایک ہی بات ہے تمہاری ہوں یا میری۔ کوئی فرق تھوڑی ہے۔" بلا کا معنی خیز تھا اس کا لہجہ۔

"آپ کل بکس دے جائیے گا میں بھی آپ کی بکس واپس کر دوں گی۔" میرب نے فوراً بات بدلی۔ عمیر آہستگی سے مسکرا دیا۔

"کب تک بھاگو گی......؟" ایک دن تو اس موضوع پر آنا ہی ہے۔" اپنے خیالات کو اس نے سوچ تک ہی محدود رکھا تھا۔ فی الحال کہنے سے گریز ہی کیا تھا کہ وہ مناسب موقع کی تلاش میں تھا اور وہ خود بھی نیا نیا پاکستان سیٹل ہوا تھا اور پھر میرب بھی ابھی پڑھ رہی تھی۔ اس کا خیال تھا کسی دن فرصت سے ندا آپی سے اس حوالے سے بات کرے گا۔

"او کے ٹھیک ہے۔" وہ بلاتامل راضی ہو گیا۔

سیل فون آف کر کے اس نے سائیڈ پر رکھا تو ذہن خودبخود اس شخص کی باتوں کی طرف چلا گیا۔

یہ نہیں تھا کہ اسے اپنی زندگی میں کبھی مردوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ بس اس نے اس نج

پر بھی سوچا ہی نہ تھا۔ زندگی یوں بڑے آرام اور سکون سے گزر رہی تھی۔
حالانکہ اس کے اپنے کزن اس کے ہم عمر تھے اور نبیل بھائی کے لیے تو شاید گھر والوں کی بھی رضا شامل تھی۔ لیکن اس نے اپنی زندگی میں بھی کسی کو یہ مقام ہی نہیں دیا تھا۔ ایسا موڑ تو ابھی آیا ہی نہ تھا اور شاید نہ ہی آتا اگر عمیر حسن یوں پیش رفت نہ کرتا۔
وہ ایک ایجوکیٹڈ اور ہینڈسم لڑکا تھا۔ یقیناً کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتا تھا اور وہ کسی میرب بھی ہو سکتی تھی۔ فی الحال وہ کسی بھی جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتی تھی لیکن کوئی تھا جو بار بار دل پر دستک دے کر اسے مضطرب کر رہا تھا۔
☆......☆......☆
فائنل سمسٹرز بالکل سر پر آن پہنچے تھے۔ ان دنوں تو ہر کوئی مصروف نظر آتا تھا۔ کوئی کتابوں میں گم کوئی نوٹس بنانے میں مصروف اور کچھ ایسے تھے جو چاہتے تھے کہ ان کے چھوٹے ہوئے ٹاپکس جلد از جلد مکمل ہو جائیں اور ان سب ہی میں ایک رباحہ بھی تھی۔ جس کا سارا دن نوٹس رٹنے میں گزر جاتا تھا۔
آج بھی Organic Chemistry کے متعلق کچھ Topics تھے جو تیمور نے اسے لا کر دیے تھے۔
"آپ اتنے نوٹس کیسے تیار کر لیتے ہیں؟" ایک سرسری سا جائزہ لے کر اس نے نوٹس بے حد احتیاط سے فائل میں لگاتے ہوئے وہ اس سے استفسار کرنے لگی۔
"آج کل تو ہر چیز کے متعلق مواد انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔ بس تھوڑا سا دماغ کو استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پھر آپ کے پاس ہر چیز کے متعلق Proper information اور حل ہو گی۔ تم چاہو تم بھی ایسے ہی بلکہ اس سے بھی بہتر نوٹس تیار کر سکتی ہو۔" وہ یقیناً اس کا حوصلہ

بڑھانے کو کہہ رہا تھا ورنہ وہ جتنے پانی میں تھی۔ وہ خود بھی اچھی طرح جانتی تھی۔
"میں اس کو ہی یاد کر لوں تو بڑی بات ہے۔" وہ اس کی بات پر مسکرا کر بولی۔ پھر مزید کہنے لگی۔
"میرب بھی یونہی کرتی ہے صرف لائبریری بکس اور لیکچرز پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ نئی سے نئی Website کی تلاش میں رہتی ہے تاکہ جدید معلومات حاصل کر سکے۔ جبکہ میں تو جو مل جائے اسے ہی غنیمت سمجھ لیتی ہوں۔" ان کے درمیان اتنی بے تکلفی ہو گئی تھی۔ کہ وہ اکثر و بیشتر اسے اپنے گھر کی باتیں بتا دیا کرتی تھی۔ تیمور بائی دا نیم سب ہی سے واقف تھا۔ البتہ ابھی تک کسی سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اسے بے حد شوق تھا ان سب سے ملنے کا۔ جس طرح رباحہ بے حد محبت ان سب کا ذکر کرتی تھی تیمور کو بھی ان پر رشک آنے لگتا تھا۔
"بھئی اگر تم خود ہی سب کچھ کر لیتی تو میں تمہاری ہیلپ کیسے کرتا؟" اس نے بات کو مذاق میں اڑا دیا۔
"پتہ ہے مجھے سب سے پہلے آپ سے help لینے کا مشورہ میرب نے ہی دیا تھا۔" میرب کے کلمات یاد کر کے رباحہ کے ہونٹوں پر مسکان بکھر گئی۔
"واٹ......؟" وہ اچھی بے حد حیران ہوا تھا۔ "میرب نے......؟ لیکن کیوں......؟ وہ مجھے کیسے جانتی ہے؟" اس کی حیرت بجا تھی۔
"جیسے آپ اسے جانتے ہیں ویسے ہی وہ بھی آپ کو جانتی ہے۔" رباحہ کو اس کے ری ایکشن نے خاصا محظوظ کیا تھا۔
"کیا مطلب......؟" وہ ابھی بھی نہیں سمجھا تھا۔
"مطلب یہ ہے کہ جس طرح میں آپ کے سامنے اس کا ذکر کرتی ہوں اسی طرح اس کے

سامنے آپ کا ذکر بھی کرتی ہوں میں نے آپ کے بارے میں اسے بتایا تو اس نے مجھے کہا کہ تم ان سے help لے لو اسی لیے میں اس آپ کے پاس آئی تھی لیکن کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔" اس نے اب تفصیل سے اسے آگاہ کیا۔
"یہ تو میرے لیے بڑی خوش آئند بات ہے کہ تم اپنے گھر میں میرا ذکر کرتی رہتی ہو۔ اچھا یہ بتاؤ وہ سب میرے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟" وہ خوش ہوا اور بڑے اشتیاق سے دریافت کرنے لگا۔
"نہیں میں سب کے سامنے تو نہیں کرتی۔ بس دو چار دفعہ میرب کو بتایا تھا اور حرنہ کو کہ آپ بہت اچھے ہیں مجھے بہت اچھے نوٹس بنا کے دیتے ہیں۔" وہ گھبرا کر جلدی جلدی وضاحت کرنے لگی۔
"آ...... اچھا چلو باقیوں کو چھوڑو تمہیں تو اچھا لگتا ہوں ناں...... یہی کافی ہے۔" وہ شرارت سے اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تو رباحہ نے شپٹا کر نگاہیں جھکا لیں۔
"میرا خیال ہے اب چلیں کافی ٹائم ہو گیا ہے۔" وہ بات کا رخ موڑ گئی۔
"خیر ابھی اتنا بھی ٹائم نہیں ہوا۔ ویسے بھی یہ چار دن ہیں فائنل سمسٹرز ہیں پھر پتہ نہیں کون کہاں ہوگا۔" اس کے پاس اٹھنے کو تیمور کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔
"جی جناب! اور بھی چار دن محنت کے ہیں۔ اگر انہیں بھی ہنسی مذاق میں اڑا دیا تو پھر اگلا سال بھی ادھر ہی گزارنا پڑے گا۔" وہ بڑے مدبرانہ پن سے بولی۔
"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ایسا کرتے ہیں فیل ہو جاتے ہیں پھر ایک سال اور مل جائے گا۔" تیمور یوں جوش و خروش سے بولا جیسے بہت بڑا آئیڈیا اس کے ذہن میں آیا ہو۔
"آئے...... ہائے...... اللہ نہ کرے امیرا

تو پہلے ہی سب ریکارڈ لگاتے ہیں۔ بمشکل کھینچ تان کے ہی کسی پر پاس تو ہوتی رہی ہوں فیل تو نہیں ہوئی بھی اللہ کے فضل سے اس سال اگر ہو گئی ناں تو خیر نہیں امی جان نے تو ویسے ہی قیمہ بنا دینا ہے۔" وہ دہل کر بولی۔
"آہ...... ہاہ...... دل آیا بھی تو کس بیوقوف پر۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔
"مجھے کچھ کہا آپ نے......؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
"کہہ بھی دیا تو کیا فائدہ......؟ تمہیں کون سا سمجھ آ جانی ہے۔" پتہ نہیں اب وہ اسے چڑا رہا تھا یا واقعی سچ کہہ رہا تھا۔
"ہاں۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔
"چلو چھوڑو پھر کبھی سہی فی الحال ایگزامز کی تیاری کرو۔ پہلے ایک امتحان تو دے لو۔" اس کی متوقع حالت کے پیش نظر وہ بات گول کر گیا۔
"میں ایک امتحان ہی دوں گی انشاء اللہ کیونکہ میرا فیل ہونے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہاں آپ چاہیں تو جتنے مرضی دیں۔" اس کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ اسی لیے کندھے اچکا کے بولی۔ ساتھ ہی اپنا بیگ اور فائل اٹھا کے کھڑی ہو گئی۔
"کب تک فرار حاصل کرو گی رباحہ ڈیئر! بس ایگزامز ہونے دو ایک دفعہ۔" بڑبڑاتا ہوا وہ بھی اس کی تقلید میں کھڑا ہو گیا۔
☆......☆......☆
ندا بھابھی کی برتھ ڈے کا فنکشن انہوں نے مل کر ہی ارینج کیا تھا اور کوئی بڑے پیمانے پر نہیں تھا بس سب فیملی کے افراد ہی تھے۔ یا عمیر حسن اور ندا بھابھی کی بہنیں تھیں۔ ان سب نے مل کر خوب ہلا گلا مچایا ہوا تھا۔ حالانکہ ندا بھابھی قطعی اس حق میں نہ تھیں اور انہوں نے اس پروگرام کی بے حد تردید بھی کی تھی۔ لیکن ان سب کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔

گھر میں ہی ان سب نے مل کر کچھ ڈشز کا اہتمام کر لیا تھا۔ بیکری وغیرہ کا سامان نبیل بھائی نے بازار سے منگوا لیا تھا۔ یوں ان سب کی خوب محفل جمی تھی۔

"کیا سرد سرد سا ماحول تو مجھے ذرا بھی سوٹ نہیں کرتا کچھ گرما گرم ہونا چاہیے۔" سب بڑے مہذب انداز میں خوش گپیاں لگا رہے تھے اور رافع کی بے حس حضرت کو کسی طور پر گوارا نہیں تھا۔ اسی لیے سب سے پہلے اسی کی زبان میں کھجلی میں ہوئی تھی۔

"چائے بناؤں میں۔" حزنہ نے اس کی بات کو سمجھتے ہوئے بھی جان بوجھ کے لطیف سا طنز کیا تھا۔

"چائے نہیں کافی لے آؤ۔ بلکہ یوں کرو بلیک کافی تیز شکر کے۔" مقابل بھی رافع تھا۔ جو پہلے ہی حزنہ سے محاذ آرائی کے لیے ہر دم تیار رہتا تھا۔

"کسے ہر وقت نشانہ بنائے رکھتے ہو تم خود کہاں کے پرنس چارلس ہو۔" میرب فوراً اس کی حمایت کے لیے میدان میں کودی۔

"میری اماں جان سے پوچھ کر دیکھو۔" اس نے فرضی کالر اکڑاتے ایسی بڑک ماری۔ "اماں جان۔" کی غیر موجودگی میں ہی مار سکتا تھا اور یہ سب وہ اچھی طرح جانتے تھے۔

"تو رو پھپھی! کو تو ابھی بلا کے پوچھ لوں تاکہ سب کے سامنے آپ کا "سواگت" ہو جائے اور دل ناصر دل کی حسرت بھی پوری ہو جائے۔" عذیر نے فوراً اسے آئینہ دکھایا۔

"کوئے...... تو میرا دوست ہے یا دشمن......؟" اس نے خونخوار نظروں سے عذیر کو گھورا۔

"دشمن تھی۔" عذیر بھی ایک نمبر کمینہ تھا۔

"بڑا ذلیل ہے۔" رافع نے ملامتی نظروں سے اسے گھورا اگر وہ ڈھیٹ بنا دانت نکالتا رہا۔

"بس...... بس آج لڑنے کا دن نہیں ہے۔" رباحہ نے دخل اندازی کی۔

"تو کیا پڑھنے کا دن ہے؟" اس نے روئے سخن اب رباحہ کی طرف کیا۔

"خود ہی تو کہہ رہے تھے کچھ گرما گرم تو اب کچھ اچھا سا سناؤ۔" اب کی دفعہ عمیر حسن نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"میں سناؤں......؟" اس نے آنکھیں پھیلائیں۔

"آپ لوگ سناؤ۔" ادھر کی شان بے نیازی کمال کی تھی۔

"نہ بھئی نہ...... تم نے کہا تھا لہٰذا اب تم ہی سناؤ گے۔" نبیل بھائی نے بھی اصرار کیا۔ پھر تو سب ہی اس کے سر ہو گئے اور تو اور ندا بھابھی نے بھی کہا تو اسے گھٹنے ٹیکنے ہی پڑے۔

چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد وہ دھیمے لہجے میں بولنا شروع ہوا تو گویا وہاں پر موجود سب افراد کو ہی سانپ سونگھ گیا۔

"تیرے سوا
نہیں اور کچھ بھی تیرے سوا
میرا پیار
میری زندگی
میری خاموشی
میری بے بسی
میرا عشق بھی
میرا نام بھی
کہ میری صبح
میری شام بھی
کہ جو مل سکیں میرے دام بھی
وہ بھی کچھ تجھے عطا کرے
میرے چارہ گر!
تو یقین تو کر
مجھے مانگنا تو نہ آسکا
میں نے پھر بھی مانگی یہی دعا
کر گواہی دے گا میرا خدا
میں نے جب بھی اس سے طلب کیا
نہیں مانگا کچھ بھی
تیرے سوا

"واہ...... زبردست۔" ان سب کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ انہیں ہرگز امید نہیں تھی کہ بظاہر اکھڑ اور لڑاکا نظر آنے والا رافع اتنے لطیف جذبات رکھتا ہوگا۔

"یقین نہیں آ رہا ہے رافع! تمہارا ذوق ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" میرب تو بول ہی اٹھی۔

"تم سب کا "ذوق" تو مر گیا "دلی" میں مجھے بھی اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے۔" وہ واپس اپنی جون میں پلٹ چکا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں۔" عذیر کی نام نہاد انا بھڑکی۔

"تم بھی اتر آؤ میدان میں۔" اس نے سینہ ٹھونک کے چیلنج کیا۔

"میں میدان میں اتر آیا تو تمہاری وکٹ ڈاؤن ہو جائے گی۔" وہ لڑاکا عورتوں کی طرح ہاتھ نچا کر بولا۔ تو ان سب کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اس کی وکٹ Up کب تھی جو down ہو گی؟" حزنہ کے لیے بھی زیادہ دیر خاموش بیٹھنا محال تھا۔

"تم اپنی سناؤ نہ تین میں نہ تیرہ میں۔" وہ بلبلا کے اس کی طرف پلٹا۔

"بھئی اصل بات تو پھر وہیں رہ گئی۔" ندا بھابھی نے انہیں مزید لڑائی سے روکا۔

"ہاں تو کون اترے گا اب میدان میں۔" رافع نے باری باری سب کو دیکھا۔ وہ سب تو اس معاملے میں صفر تھے لہٰذا بغلیں جھانکنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

"چ...... چ...... چ...... لگتا ہے سب کورے ہو۔" رافع کو تو موقع مل گیا تھا سب کو جلانے کا۔

"ہائے میرب! دیکھو اس ذلیل کو کیسے اکڑ رہا ہے۔ تم ہی کچھ سناؤ۔" حزنہ کو گویا آگ ہی لگ گئی تھی اس کی اکڑ دیکھ کے۔

"حزنہ صحیح کہہ رہی ہے۔" رباحہ نے بھی اس کی اکڑ دیکھ کے دانت پیسے اور اس کا غرور ختم کرنے کے لیے میرب کو بالآخر میدان میں اترنا ہی پڑا۔

"زیادہ رعب جھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہم ایسے بھی بدذوق نہیں ہیں۔" میرب دانت کچکچا کے بولی۔

"ارے واہ۔ اندھا کیا چاہے بسنت بہار......" اس نے مذاق اڑایا۔

"اس بے تکے محاورے کا مقصد......؟" اس نے بھنویں اچکائیں۔

"تم خود کو سمجھتے کیا ہو......؟" حزنہ بھلا اس کار خیر میں کیوں نہ حصہ لیتی۔

"تمہارا......" اس نے کچھ کہتے کہتے زبان دانتوں تلے دبائی۔

"بھائی......" عمیر نے بے ساختہ کہا تو محفل زعفران بن گئی۔

"آپی جلدی میرب کچھ سنانا چاہ رہی تھی۔" عمیر نے دوبارہ ان سب کی توجہ میرب کی طرف مبذول کروائی۔

"آں...... ہاں......" وہ گڑبڑا گئی اس کا ذوق کچھ ایسا اعلیٰ بھی نہیں تھا۔ رباحہ اور حزنہ کی باتوں میں آ کر وہ کہہ تو گئی تھی مگر اب بھنسی تھی۔

"اب جلدی بھی کرو۔" رباحہ نے کہنی اس کی کمر میں کھبو دی۔ تو وہ ذہن کی ڈکشنری کھنگالنے لگی۔ بالآخر ایک بھولی بسری نظم اسے یاد آ ہی گئی۔

بہت ہی مان ہے تم پر
سدا پاس وفا کرنا
کبھی نہ تم خفا ہونا
ذرا سا فاصلہ رکھنا

بچھڑنا بھی تو پڑتا ہے
ذرا سا حوصلہ رکھنا
وہ سارے وصل کے لمحے
تم آنکھوں میں سجا رکھنا
ابھی امکان باقی ہے
ابھی لب پہ دعا رکھنا
بہت نایاب ہیں دیکھو
ہمیں سب سے جدا رکھنا

"واہ۔ واہ۔ واہ۔" ان سب نے ہی بہت داد دی تھی اور سب سے آگے خود رامع ہی تھا۔

"چلو لڑکیو! اب پھیلاوا سمیٹو یہاں سے۔" ندا نے اندر آ کر آرڈر دیا تو وہ سب مستعدی سے کھڑی ہو گئیں اور یوں ان کی محفل برخاست ہوئی۔

"نایاب تو تم واقعی بہت ہو اسی لیے تو سب سے الگ تھلگ جگہ پر رکھا ہوا ہے۔" وہ ندا بھابھی کی بہنوں کو الوداع کہہ رہی تھی جب اس کے دائیں پہلو سے نہایت گھمبیر سی آواز ابھری۔

وہ بے ساختہ گڑبڑا کر دو چار قدم پیچھے ہٹی۔

"پہلے میرا خیال تھا تمہاری اسٹڈی کمپلیٹ ہونے تک ویٹ کر لوں بٹ اب تو ایسا ہونا خاصا مشکل لگ رہا ہے۔" بائل گرین لباس میں ملبوس وہ سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی۔ میرب کے لیے تو نگاہیں اوپر اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ بس زمین کو ہی گھورے جا رہی تھی۔

"میں جلدی ندا آپی سے بات کر کے ماما کو لے کر آؤں گا ویٹ کرنا۔" اس کے جگمگاتے چہرے پر آخری نظر ڈال کے وہ دھیمی مسکراہٹ سمیت بولا اور آگے بڑھ گیا۔

میرب کے یہاں وہاں ہر طرف روشنی پھیل رہی تھی۔

"آہم..... آہم..... وہ جا چکے ہیں میڈم So come back" رباحہ نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ جھینپ گئی۔ اپنی خجالت مٹانے کو اس نے اس کی کمر پہ دھموکا جڑ دیا۔

"آہ.....۔" وہ کراہی پھر بھی جاتے جاتے اس کے کان میں گنگنا گئی۔

مینوں رب دی سوں تیرے نال پیار ہو گیا
وے چنا سچی مچی

☆.....☆.....☆

احساس کے دریا سے وہ نکلنے نہیں دیتا
وہ ٹوٹ کے مجھ کو بکھرنے نہیں دیتا
خوش ہوں اس بات سے کہ میں اس کے لیے ہوں
کسی اور کا مجھ کو وہ ہونے نہیں دیتا

وہ آخری پیپر دے کر Eaxamination hall سے باہر نکلی تو خاصی مسرور تھی۔

"شکر ہے اب اس پڑھائی سے تو جان چھوٹی۔" وہ نہایت سرشاری کی کیفیت میں خود سے مخاطب تھی۔

"لیکن ابھی تھیسس تو کمپلیٹ کرنا ہے وہ بھی کسی سر درد سے کم نہیں۔" تیمور خان غالباً اسی کے انتظار میں تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی وہ اس کے ہمقدم ہو گیا۔ رباحہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر مسکرا دی۔

"وہ بھی کمپلیٹ ہو جائے گا اس کی اتنی ٹینشن نہیں جتنی پیپرز کی تھی۔" اس کا ساتھ چلنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

"اور تمہارے گھر میں سب کیسے ہیں؟" وہ ایکدم ہی بات پلٹ کے پوچھنے لگا۔

"سب ٹھیک ٹھاک ہیں۔"

"پھر دوسرے امتحان کے لیے تیار ہو جاؤ؟" وہ چلتے چلتے ایکدم رک گیا تو رباحہ کو بھی رکنا پڑا۔

"ایں.....۔" وہ اس کا سوال خاک بھی سمجھی۔

"ایک تو نہ تم بھی..... لگتا ہے بعد میں

تمہیں ہر بات سمجھانا پڑے گی۔" اس نے سخت متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ ابھی بھی نہیں سمجھی تھی اسی لیے پوری آنکھیں پھیلائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم جیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے مجھے دیکھ رہی ہو اس سے اردگرد کے لوگ مشکوک ہو رہے ہیں۔" ان نے اردگرد کے ماحول کی طرف اس کی توجہ مبذول کروائی تو وہ خجل سی ہو کر آہستہ قدموں سے چلنے لگی۔

"دراصل میں اپنی فیملی کو تمہاری طرف بھیجنا چاہ رہا ہوں۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو..... میں تو کب سے بھیجنا چاہ رہا لیکن تمہارے ایگزامز کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ گویا ہوا تھا۔

"جی۔ ای۔ ای۔" اب کی دفعہ اسے واقعی حیرت کا اتنا شدید جھٹکا لگا تھا کہ وہ بے ساختہ رک گئی۔

"میں تم سے ایک دفعہ پوچھنا چاہ رہا تھا۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو.....۔" وہ بات ادھوری چھوڑ کر اسے دیکھنے لگا جہاں اب تو قوس قزح کی طرح رنگ پھیل رہے تھے۔

پتہ نہیں ایکدم اسے ڈھیروں ڈھیر شرم کہاں سے آ گئی تھی۔ اس وقت تو اس میں اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ سر اٹھا کے اسے کوئی جواب ہی دے سکتی۔ بمشکل خود کو چلنے پر آمادہ کرتی وہ آہستگی سے چلنے لگی۔

"ویسے خاموشی بھی رضامندی ہوا کرتی ہے۔" اس کے چہرے پر پھیلے رنگوں نے تیمور خان کو جہاں بے پناہ سکون بخشا تھا وہیں وہ شوخ بھی ہوا تھا۔

"پھر کب بھیجوں میں.....؟" وہ اب یونیورسٹی کا گیٹ کراس کر رہے تھے۔ اسی لیے وہ جلدی سے پوچھنے لگا۔

"جب مرضی۔" وہ بمشکل دو لفظ کہہ پائی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا وہ تیزی سے اپنے پوائنٹ کی طرف بڑھ گئی۔ اسے گھر پہنچنے کی جلدی تھی تا کہ جلد یہ خبر میرب اور حزنہ کو سنا سکے۔

اور پھر ہوا بھی یہی تھا اپنے کمرے میں پہنچتے ہی اس نے "وہ" دھماکہ خیز خبر سنائی تھی۔ وہ دونوں ایک لمحے کو تو ساکت ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے میرب کا سکتہ ٹوٹا تھا۔

"ستمگر الو کی دم، گھنی میسنی، چالاکو ماسی" اس کے ہاتھ اور زبان دونوں ایک رفتار سے چل رہے تھے۔

"کمینی، ظالم، خرانٹ، دوغلی۔" حزنہ پیچھے رہ جاتی یہ بھلا کہاں ممکن تھا۔

"ہائے..... میری کرتوت گئی مر جاؤ اللہ کر کے.....! ساری عمر بیاہ کو کوئی تمہیں حسرت لگائے والے نکلیں تمہارے چہروں پر سات سات کلو کے۔" وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ان چار ہاتھوں کا مقابلہ تو نہیں کر سکتی تھی البتہ زبان خوب فرائے بھر رہی تھی۔

"تمہاری یہ خوبصورت ٹھکوڑی وہ تمہارا ہیرو سن لے نا تو کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا دم دبا کے بھاگ جائے۔" میرب اسے اچھی طرح پیٹنے کے بعد اب بیڈ پر جا کے بیٹھ گئی تھی۔

"اور دوبارہ بھی اس کوچہ جاناں میں قدم رنجہ نہ فرمائے۔" حزنہ نے اسے آخری دھموکے سے نوازنے کے بعد میرب کے برابر بیٹھتے ہوئے اظہار خیال کیا۔

"ہائے مار ڈالا ظالمو! تم تو یہی چاہتی ہو۔ پر یہ تو سوچو کہ میں تم سے بڑی ہوں۔ میں یہاں سے کھسکوں گی تو تمہارا نمبر آئے گا۔" رباحہ نے اپنی کمر سہلاتے ہوئے جیسے بڑے پتے کی بات کی تھی۔

"ہاں یہ کام کی بات ہے جو تم نے سب سے آخر میں اگلی ہے۔" ان دونوں کی عقل میں شاید یہ بات آ گئی تھی۔

"تو بس پھر دعائیں دو مجھے جو تمہارے لیے اتنا دردمند دل رکھتی ہے۔" وہ اب جتاتی ہوئی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"خیر دعائیں تو تب دیں گے جب تم واقعی یہاں سے دفعان ہو جاؤ گی اپنی اتری ہوئی سڑی بسی بوتھی لے کر۔" میرب نے کہا تو وہ فقط خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی اور صرف اسے گھورنے پر اکتفا کیا۔ کیونکہ فی الحال وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ ان کا کوئی پتہ نہ تھا پھر اسے پہلے کی طرح دھنک کی رکھ دیتیں۔

☆......☆......☆

تیمور خان تو اتنا جلد باز تھا کہ دوسرے دن ہی اپنی فیملی کو لے کر آن دھمکا۔ رباحہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اسے اتنی جلد بازی کی توقع ہرگز نہیں تھی۔

تیمور کی والدہ اور بڑی بہن ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھیں۔ جبکہ تیمور اپنے والد سمیت دوسرے ڈرائنگ روم میں تھا۔ مرد حضرات کے پاس ان کی فیملی میں یوں غیروں کا اپنی خواتین کے سامنے بیٹھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

تیمور کی والدہ خالدہ بیگم کی جانچتی نظروں نے پورے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا تھا اور آنے والی خواتین کے لباس اور زیور کو دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ بیٹے نے کلاس تو اچھی ڈھونڈی ہے۔ ان کی اولاد کے لاکھ سمجھانے کے باوجود ان یک طبیعت کا لالچی پن نہیں گیا تھا۔

باتوں ہی باتوں میں انہوں نے ان کے خاندان کی پوری ہسٹری معلوم کر لی تھی۔ اسی وقت رباحہ اندر داخل ہوئی تھی۔ جس کے پیچھے میرب بھی تھی۔ دونوں نے مشترکہ طور پر سلام کیا۔

"یہ میری بچی رباحہ ہے اور یہ میرب ہے۔" ندرت نے ان دونوں کا تعارف کروایا۔

"ماشاء اللہ! بڑی پیاری بچیاں ہیں اللہ! نظر نے سے محفوظ رکھے۔" وہ بڑے مٹھاس بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔

رباحہ تو بے حد گھبرائی ہوئی تھی۔ جبکہ میرب بڑے اعتماد سے بیٹھی تھی۔ تیمور کی بہن نادیہ ان کی پڑھائی اور مشاغل وغیرہ کے بارے میں پوچھنے لگی۔

خالدہ بیگم نے غیر ارادی طور پر دونوں کا موازنہ کیا تھا۔ میرب، رباحہ کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت اور کم عمر تھی۔ ویسے بھی اکلوتی اولاد تھی۔ حسنہ کا سارا کچھ اسی کے نام ہونا تھا۔ پھر MBA بھی کر رہی تھی کل کو اچھی نوکری مل گئی تو بھی انہی کا فائدہ ہونا تھا۔ جہیز بھی رباحہ کی نسبت زیادہ لائے گی۔ آخر ماموؤں کی اکلوتی، لاڈلی بھانجی ہے ان کی لالچی فطرت بار بار سر اٹھا رہی تھی۔

"لیکن تیمور نے تو رباحہ کے لیے کہا تھا۔" انہیں قدرے پریشانی ہوئی۔

"تو پھر کیا ہے میں رباحہ کی بجائے میرب کا نام لے دوں گی۔ جب وہ اسے دیکھے گا تو خود ہی میری پسند کی داد دے گا اور پھر میں تو اس کے مستقبل کا بھی سوچ رہی ہوں یہ ندرت بتا رہی تھی کہ ان کی فیکٹری میں میرب کے نام کے شیئرز الگ ہیں۔ وہ بھی کل کو تیمور کے ہی کام آئیں گے۔" دل انہیں ہر طرح کی دلیل دے کر اپنے موقف پر ڈٹا رہنے کی تلقین کر رہا تھا اور پھر بالآخر انہوں نے فیصلہ کر ہی لیا۔

انہوں نے اپنے میٹھے لہجے اور بظاہر انکسار اور عاجزانہ انداز سے ان سب کو متاثر کرنے کی بھرپور سعی کی تھی اور پھر تیمور بھی وجیہہ اور ہینڈسم لڑکا تھا۔ جوان سب کو بھی بہت پسند آیا تھا۔

"بس بہن جی! ہمیں تو آپ کی میرب بہت ہی پسند آئی ہے۔ ماشاء اللہ بہت نیک اور

شریف بچی ہے مجھے ایسی ہی بچی اپنے تیمور کے لیے چاہیے۔" میرب اور رباحہ کے کمرے سے نکلتے ہی وہ ندرت اور حسنہ سے مخاطب ہوئیں۔ عائشہ بیگم بھی وہیں موجود تھیں۔ رباحہ کی بجائے میرب کا نام لینے پر نادیہ نے چونک کر اپنی ماں کو دیکھا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں اشارہ بھی کیا تھا۔ جسے انہوں نے جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔

"آپ جیسے چاہیں تیمور کے بارے میں تسلی کروائیں۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کے جواب دیں۔ یہ بیٹیوں کے فیصلے ہیں اللہ سب کے مقدر اچھے کرے۔ بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔" وہ بڑے رقت آمیز دردمندانہ لہجے میں بولیں۔ یہ بھی خود کو رحم دل ظاہر کرنے کا ایک انداز تھا۔

"ہم مشورہ کر کے آپ کو کوئی جواب دیں گے۔ ویسے تیمور ماشاء اللہ اچھا لڑکا ہے۔" حسنہ بیگم نے متانت سے کہا اور یہی بات خالدہ بیگم کا حوصلہ بڑھا گئی۔

"یار...... ! تیری ساس تو بڑی اچھی خاتون لگ رہی تھی۔" رات کو وہ تینوں اپنے کمرے میں بیٹھیں اصل صورت حال سے بے خبر تبصرہ کر رہی تھیں۔ میرب نے کہا تو رباحہ نے جھینپتے ہوئے اسے گھوری ڈالی۔

"فی الحال وہ میری ساس نہیں ہے۔"

"مستقبل قریب میں تو ہے۔" مزنہ فوراً بولی۔

"ویسے کچھ سن گن ملی...... ؟ بڑوں کے درمیان کیا فیصلہ ہوا؟" رباحہ کو فکر لاحق ہوئی۔

"تیمور بھائی مشترکہ طور پر سب کو بہت پسند آئے ہیں۔ بس اتنا پتہ چلا ہے تایا ابو کہہ رہے تھے کہ وہ لڑکے کے بارے میں ایک دو دن میں معلومات حاصل کر کے پھر انہیں کوئی جواب دیں گے۔" مزنہ نے بتایا تو رباحہ کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ رچ گئی۔

"دیکھو اس کمینی کو کیسے باچھیں کھلی جا رہی ہیں۔ ابھی یہ حال ہے شادی پر تو لگتا ہے مسکراہٹ کانوں تک پھیل جائے گی۔" میرب نے فوراً اس کی کمر پر دھموکا جڑا۔

"کیا پتہ اسی طرح کسی ٹوتھ پیسٹ کے اشتہار میں چانس لگ جائے کریڈٹ تو سارا تیمور بھائی کو جائے گا۔" مزنہ جھٹ بولی۔

"جلتی رہنا جل ککڑیو۔" رباحہ نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا لیکن پھر ان دونوں کے عتاب سے بچ نہ سکی تھی۔

☆......☆......☆

اور پھر جس کسی نے بھی سنا اسے یقین نہ آیا۔

میرب اور تیمور......؟

تیمور اور میرب......؟

رباحہ کو اپنا دماغ بھک سے اڑتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ جبکہ میرب کے قدموں تلے سے زمین کھسکی تھی۔ مزنہ نے نہایت بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھا تھا جیسے پوچھ رہی ہو۔ "یہ کب ہوا اور کیونکر ہوا؟"

ابھی ابھی تو عائشہ مامی نے اسے بتایا تھا کہ تیمور ہر لحاظ سے اچھا لڑکا ہے فاروق ماموں نے پوری چھان بین کروائی ہے۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہی تھی۔ لیکن جب انہوں نے آخر میں اس کا نام لیا تو وہ بھونچکی رہ گئی۔

"میں نے تو حسنہ سے کہا تھا کہ ایک دفعہ میرب سے پوچھ تو اس کا تیمور کے بارے میں کیا خیال ہے حسنہ نے کہا کہ میں نے پوچھا ہے وہ بہت اچھی رائے رکھتی ہے۔ ویسے بھی تیمور شکل سے ہی سلجھا ہوا لڑکا لگتا ہے۔" وہ تو اور بھی پتہ نہیں کیا کیا کہہ رہی تھیں اس کا دماغ ہی سائیں سائیں کر رہا تھا۔

امی نے اس سے پوچھا ضرور تھا کہ تیمور کیسا

لڑکا لگا ہے تمہیں؟ اور اس وقت تو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کس حوالے سے پوچھ رہی ہیں۔ اس کے ذہن میں تو رباحہ ہی تھی۔

اگرچہ اس نے تیمور کے ساتھ کوئی گپ شپ نہیں لگائی تھی لیکن مختصری سلام دعا ہوئی تھی واپسی کے وقت اور وہ بھی وہ رباحہ کے پرزور اصرار پر گئی تھی ان کو الوداع کہنے۔

"مائی گاڈ! یہ کیا ہوگا...... یہ کیا ہوگا......؟"

عائشہ امی کے جاتے ہی وہ اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی آنکھوں کے سامنے بار بار رباحہ کا بے یقین چہرہ آرہا تھا۔

"پہلے میرا خیال تھا تمہاری اسٹڈی کمپلیٹ ہونے تک ویٹ کرلوں بٹ اب تو ایسا ہونا خاصا مشکل لگ رہا ہے۔" کسی کا شوخ لہجہ اس کی سماعت میں گونجا تو وہ تڑپ اٹھی۔

"میں جلدی ندا آپی سے بات کرکے ماما کو لے کر آؤں گا۔ ویٹ کرنا۔" کچھ کہتی بولتی نگاہیں میرب کو لگا اس کا دل بند ہوجائے گا۔

ابھی تو اس کی آنکھوں نے خواب دیکھنا شروع کیے تھے۔ یہ ابھی سے کیا ہوگا؟

"تقدیر اتنی بے رحم ہرگز نہیں ہوسکتی۔" وہ مچل کے کھڑی ہوگئی۔

"یقیناً ایسی ہی حالت رباحہ کی بھی ہوگی۔ وہ بھی تو تیمور کو...... اور تیمور مجھے کس طرح...... آخر اس نے یہ سوچ بھی کیسے لیا......؟ اور عمیر حسن وہ کیا کرے گا؟ میں کیسے اس کا سامنا کرپاؤں گی؟" سوال اتنے تھے کہ اس کا دماغ پھٹنے لگا۔

اس کی تو حالت اتنی عجیب ہورہی تھی وہ تو خود کو اس قابل نہیں پارہی تھی کہ رباحہ سے نظریں ہی ملاسکے۔

"یا اللہ! ہمارے حق میں بہترین فیصلے فرما۔" اس کے دل نے پوری شدت سے دعا مانگی تھی۔

☆......☆......☆

کبھی لوٹ آئے تو نہ پوچھنا
بس دیکھنا انہیں غور سے
جنہیں راستے میں خبر ہوئی
کہ راستہ کوئی اور تھا

پتہ نہیں کتنے دن یونہی بے کیف، خود سے نظریں چراتے، کرلاتے گزر گئے۔ تیمور خان کے لیے سب نے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا اور شاید یہ اظہار ادھر تک بھی پہنچ گیا تھا میرب کا جی چاہتا تھا چیخ چیخ کے سب کو بتائے کہ سب غلط ہے۔ لیکن ایک طرف تو اس کی ماں تھیں۔ جنہوں نے سب کے درمیان بڑے مان سے کہا تھا کہ ان کی بیٹی ان کی بڑی فرمانبردار ہے اسے اپنی ماں کا ہر فیصلہ قبول ہے۔ جبکہ دوسری طرف رباحہ تھی جس کی متورم آنکھیں اداس چہرہ سارا دن اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتا رہتا۔

اور ایک طرف اس کا دل تھا۔ جس میں عمیر حسن کی آوازیں تھیں۔ لیکن دل تو بیچارہ کسی کھاتے شمار میں ہی نہیں تھا۔ وہ تو ہر طرف سے پس رہی تھی۔ روز پل صراط سے گزرتی تھی۔ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کیا کرے کیا نہ کرے۔ بس سارا دن اس کا اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہی گزر جاتا تھا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں میرب!" وہ دھاڑتا ہوا اس کے سر پر پہنچا تھا۔ یونیورسٹی آور ختم ہونے والے تھے وہ لائبریری میں بیٹھی یونہی خالی ذہن سے کتاب کے اوراق پلٹ رہی تھی جب عمیر تن فن کرتا اس تک پہنچا تھا۔

"تو قیامت کی گھڑی آن پہنچی۔" اس کا نازک سا دل لرز رہا تھا۔

"تم اتنی کٹھور کیسے ہوسکتی ہو میرب؟" وہ شکستہ سا اس کے سامنے چیئر گھسیٹ کے بیٹھ گیا۔ شکر تھا کہ وہ اس وقت الگ تھلگ ایک کارنر میں بیٹھی تھی۔

"بتاؤ کس کے کہنے پر یہ سب کررہی ہو؟"

وہ چپ چاپ بیٹھا دیکھ کر وہ تیز لہجے میں بولا۔

"میں کیوں کسی کے کہنے میں آؤں گی۔"

اس نے لہجے کو نارمل رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"میں نے تمہیں کہا تھا میں چند دنوں تک ماما کو لے کر آؤں گا۔ میں ایک ضروری کام سے کہیں گیا ہوا تھا۔ آج ہی لوٹا ہوں۔ ماما تو اسی دن سے تیار ہیں۔ مجھے کیا پتہ تھا میری چند دن کی غیر حاضری یہ رنگ لائے گی۔" وہ بہت ٹوٹا اور بکھرا ہوا لگ رہا تھا میرب کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"میں نے کچھ دیر پہلے ندا آپی کی خیریت پوچھنے کے لیے فون کیا تھا۔ تو انہوں نے بتایا مجھ سے صبر نہ ہوا تو فوراً ادھر چلا آیا۔ یہ کیا ہورہا ہے میرب......؟ مجھے سمجھ نہیں آرہا؟" وہ شکستہ لہجے میں بولا۔ میرب ہنوز خاموشی سے میز کی سطح کو گھور رہی تھی۔

"تم خوش ہو اس رشتے سے......؟" اس نے چبھتا ہوا سوال کیا۔ میرب کی آنکھوں میں پانی جمع ہونے لگا۔

وہ خاموش رہی بتانے کو بچا بھی کیا۔

آندھیاں تو چلتی ہیں
خشک زرد پتوں کو
شاخ سے اڑانے کی
کوششیں بھی ہوتی ہیں
سازشیں بھی ہوتی ہیں
بخت کے ستارے کو
اک خوشی کے لمحے سے
ضرب دیتے رہنے کی
آرزو بھی ہوتی ہے
ہاں مگر کیا کیجے
کیسی بدنصیبی ہے
سازشوں سے لڑ جانا
پھر بھی سہل ہوتا ہے
بخت کے ستارے کو
اک خوشی کے لمحے سے
ضرب دینا مشکل ہے

بخت سے کون لڑسکتا تھا؟ بخت سے کون لڑا ہے؟ لڑنے کا فائدہ کیا؟

"میرب......! کیا مجھے یہ بتانے کی ضرورت تھی یا ہے کہ میرے دل میں تمہارے لیے کیا ہے؟ میں تو اس کے لیے بہت مناسب وقت کے انتظار میں تھا۔ میرب پلیز! آئی ڈونٹ انڈر اسٹینڈ۔" پتہ نہیں اس کے لہجے میں کیا تھا کہ وہ ہار گئی۔ نہ معلوم خود سے جنگ کرتے کرتے ہار گئی تھی یا اس شخص کے جذبوں سے ہار گئی تھی۔

میرب سر جھکا کے وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

"میرب......! عمیر اس اچانک ردعمل پر گھبرا گیا۔

"خود کو سنبھالو پلیز۔ اس طرف کوئی بھی آسکتا ہے۔" وہ لجاجت سے بولا۔ اسے خود بھی شاید احساس ہوگیا تھا۔ اسی لیے سر اٹھا کے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

"اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے؟ اور مجھ پر پورا بھروسہ رکھو۔ عمیر حسن کبھی تمہارے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔" اس کے اپنائیت بھرے لہجے میں کچھ اور ایسا تھا کہ بے اختیار اس کا جی چاہا کہ اس پر اعتبار کرلے۔

اور یہی تو محبت ہے جب ہم اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے پر اپنے دل کا بوجھ دھرتے ہیں تو دراصل اسے اپنی ذات کا ہی ایک حصہ سمجھتے ہیں اور محبت ذات ہی تو ہوتی ہے۔ وہ بھی جو کسی نہ کہہ سکی تھی آج اس سے کہہ گئی تھی۔

آہستہ آواز اور نم لہجے میں وہ اسے ساری بات بتانے لگی۔

☆......☆......☆

"بس امی جان! تیمور خان لاکھ اچھا سہی پر

میرے بھائی سے بہر حال کم ہی ہے۔" ندا بھابھی عمیر حسن کا کیس لے کر آج بڑوں کی عدالت میں موجود تھیں۔ رشتوں میں اتنی چاہت اور مان انہوں نے یہاں سے ہی سیکھا تھا۔

"آپ جیسے مرضی مقابلہ کرلیں عمیر ہر لحاظ سے تیمور سے بہتر ہے اور میرب کے لیے بالکل پرفیکٹ ہے۔" ندا بھابھی پھر بولیں۔

"آپ کی بات بالکل بجا ہے بیٹا! لیکن ہم ان لوگوں کے سامنے اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکے ہیں۔" فاروق صاحب نرم لہجے میں بولے۔

"صرف پسندیدگی کا اظہار کیا ہے ناں خدانخواستہ نکاح تو نہیں ہو چکا۔" انہوں نے فوراً جواب دیا۔

"بیٹا! زبان ہی سب سے بڑی چیز ہوتی ہے۔" عائشہ بیگم نے بھی حصہ لیا۔

"بے شک امی جان! لیکن ابھی باقاعدہ طور پر کچھ نہیں ہوا ہے ناں۔ ہم انہیں سلیقے سے انکار بھی کر سکتے ہیں۔" وہ متانت سے بولیں۔

"لیکن اس طرح ونڈ شی بھی تو ہو جائے گا۔" ندرت نے ہلکی دلیل سے کہا۔

"جہاں دونوں فریق سلجھے ہوئے ہوں ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام کرتے ہوں وہاں لڑائی جھگڑے کی نوبت سرے سے آتی ہی نہیں۔ مجھے آپ میں رہتے ہوئے اتنا عرصہ تو اگرچہ نہیں ہوا لیکن پھر بھی میری ہر عادت آپ کے سامنے ہے میں بھی آپ لوگوں سے واقف ہو گئی ہوں پھر عمیر حسن کو بھی آپ جانتے ہیں۔ بالکل رافع اور عذیر کی طرح کھل مل کے رہتا ہے۔ ہمارا اگرچہ سگا بھائی نہیں لیکن اس نے کبھی ہمیں بھائی کی کمی محسوس ہونے نہیں دی۔ وہ بہت ہی اچھا انسان ہے اور اچھی سلجھی ہوئی طبیعت کا مالک شخص لڑائی جھگڑے سے ہمیشہ کوسوں دور بھاگتا ہے چاہے درمیان میں ونڈ شی ہوئی نہ ہو۔ یہ تو دلوں کو کدورت ہوتی ہے امی جان! اور جب دلوں میں کدورت کی بجائے پیار محبت ہو تو رشتے کی نزاکت کا احساس خود بخود ہی ہو جاتا ہے۔" ندا بھابھی نے بڑی تفصیل سے ان کے ممکنہ خدشے کی تردید کی تھی۔

"یہ بات تو بالکل صحیح کہی تم نے۔" ندرت نے بھی ان کی تائید کی تو انہیں قدرے ڈھارس ملی۔

"آپ کیا کہتی ہیں پھپھو!" وہ ایکدم انہیں مخاطب کرکے بولیں تو سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"عمیر بھی مجھے اپنے بیٹوں کی طرح ہے۔" واقعی عمیر کے لیے نرم گوشہ رکھتی تھیں۔

"تو بس پھر...... پیچھے رہ ہی کیا جاتا ہے پھر بھی اگر آپ چاہیں تو اپنے طور پر عمیر کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور اگر اب بھی آپ کو وہ موئی خالدہ آنٹی اپنی ندا بیٹی سے زیادہ عزیز ہے تو پھر آپ اس کے بیٹے کے حق میں فیصلہ کر دیں۔" انہوں نے آخری حربہ استعمال کیا اور مصنوعی ناراضی سے منہ پھلا لیا۔

"ارے...... بیٹا! اتنے دلائل دینے کے بعد بھی آپ کا خیال ہے کہ ہم قائل نہ ہوں گے۔" فاروق صاحب نے محبت سے اسے دیکھا کہ عمیر تو بہر حال انہیں بھی پسند تھا۔

"تو...... آر...... آپ آئی مین......" وہ بے یقینی میں گھری انہیں دیکھنے لگیں۔ پھر ایکدم حسنہ کی طرف مڑیں۔

"پھپھو......! آپ کو تو پتہ ہے ناں عمیر کتنا اچھا ہے میرب بالکل مجھے اپنی بہن کی طرح ہے۔ پلیز۔" حسنہ کے دونوں ہاتھ پکڑ کے وہ انہیں آنکھوں سے لگا کے بولی تو خود بخود ہی آنسو چھلک پڑے۔

"تم بھی مجھے بیٹی کی طرح عزیز ہو۔" حسنہ

نے بڑھ کے اسے گلے لگا لیا۔

"بھئی خوشی کے موقع پر آنسو اچھے نہیں لگتے۔" عائشہ مسکرا کے بولیں۔

"تو پھر یہ تو طے ہے کہ ہمیں اپنی ندا بیٹی وہ موئی خالدہ آنٹی سے زیادہ عزیز ہے۔" فاروق صاحب نے مسکرا کے کہا تو وہ سب ہی مسکرا دیے۔

☆......☆......☆

خوشبو کی پوشاک پہن کر
کون گلی میں آیا ہے
کیسا یہ پیغام رساں ہے
کیا کیا خبریں لایا ہے
کھڑکی کھول کے باہر دیکھو
موسم میرے دل کی باتیں
تم سے کہنے آیا ہے

"خود تو سات گز کے دوپٹے اوڑھ کے بیٹھ گئی اور مصیبت ساری میرے سر پر پڑی ہے۔ میں کیا کیا کروں۔" عزنہ پھرکی بنی پورے گھر میں گھوم رہی تھی۔

اور ہر دو منٹ بعد وہ ان دونوں کو یہ احساس جتلانا نہیں بھولتی تھی۔ وہ بھی ڈھیٹ بنی نہیں مسکرائے جا رہی تھیں۔ عزنہ کو تو پتنگے لگ گئے۔

"اللہ کرے لائیٹ چلی جائے جھوم جل جائے تمہارے سارے میک اپ کا ستیاناس ہو جائے۔" وہ منہ پھاڑ کے بولی مگر ادھر پرواہ کسے تھی۔

"ڈونٹ وری انہوں نے ہمیں بغیر میک اپ کے دیکھ رکھا ہے۔" میرب نے اسے منہ چڑایا تو وہ تن فن کرتی باہر نکل گئی۔

اس دن اپنے دل کا سارا بوجھ عمیر حسن کے سامنے ڈھیر کر کے وہ پرسکون ہو گئی تھی۔

اور پھر عمیر تیمور سے ملا۔ تیمور تو بیچارہ خود اس ساری صورتحال سے گھبرایا ہوا تھا۔ نادیہ نے جب اسے آکر بتایا کہ امی ادھر یہ کہہ کر آئی ہیں تو وہ سر پکڑ کے بیٹھ گیا۔

"رباحہ نے اس کے بارے میں کیا سوچا ہوگا؟ وہ کیسا لڑکا ہے؟" اگر چند دن تک عمیر اس سے نہ ملتا تو شاید پاگل ہی ہو جاتا۔

خالدہ بیگم کو وہ ہر طرح سے قائل کرنے کی کوشش کر چکا تھا مگر نتیجہ صفر تھا۔ پھر یہاں پر نبیل نے ان کا ساتھ دیا۔

"میرب کی نسبت ندا کے بھائی سے طے ہے آنٹی اور وہ U.K سے واپس نہیں آیا تھا تو ہم نے پریشانی میں تیمور کے لیے ہی سوچ لیا پر شکر ہے کچھ بھی ہونے سے پہلے وہ آگیا ہے اور اب چند دن بعد میرب کی منگنی ہے۔" نبیل نے بڑے رسان سے کہا تھا۔

خالدہ کی جہاں اپنی پلاننگ فیل ہونے کا دکھ ہوا تھا وہاں یہ بھی احساس ہوا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو بھی ناراض کر چکی ہیں۔ تیمور کے ساتھ ساتھ نادیہ عمران سے سخت خفا تھی۔

"رباحہ اب بھی میرب سے کم نہیں ہے پڑھی لکھی ہے میرب جتنا ہی دے کر رخصت کریں گے۔ پھر بیٹے کی بھی مرضی ہے۔ کل کلاں کو کچھ اونچ نیچ ہوئی بھی تو میں یہ تو کہہ سکوں گی اسے میاں! تمہاری ہی پسند تھی۔" انہوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد بالآخر رباحہ کو بھی پسندیدگی کی سند دے ہی دی مبادا وہ بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

پھر جب ندرت اور عائشہ نے انہوں میرب کے بارے میں بتایا۔ تو وہ بڑی فراخدلی سے کہنے لگیں۔

"اے لو تو پھر کیا ہوا میرب کیا رباحہ کیا میرے لیے تو دونوں برابر ہیں۔ بس اب رباحہ تک تو آپ میری بیٹی بیاہ دیں۔" اور حسنہ جو اندر ہی اندر گھبرا رہی تھیں کہ کہیں صورتحال بگڑ نہ جائے ان کی بات پر اندر تک شانت ہو گئیں۔ ندرت اور عائشہ بھی ان کے اندرونی لالچ سے بے خبر ان کی

سادہ دلی کی معترف ہو گئیں۔

پھر یہ ایک الگ قصہ ہے کہ تیمور نے رباحہ کو کس طرح اصل صورتحال سے باخبر کر کے راضی کیا تھا۔

بہر حال جہاں خالدہ بیگم کو جلدی تھی وہیں عمیر کی ماما بھی میرب سے مل کے بہت خوش ہوئی تھیں اور جلد ہی کوئی تاریخ چاہ رہی تھیں۔ دونوں طرف کی صورتحال کو پیش نظر رکھ کے بڑوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ فی الحال نکاح کی رسم کر لی جائے۔ رباحہ اور تیمور کی رخصتی تیمور کے اچھی طرح سیٹل ہو جانے کے بعد اور میرب کی رخصتی اس کی پڑھائی کے ختم ہونے کے بعد طے پائی تھی۔

☆......☆......☆

"رباحہ! میں نے کل تمہیں جیولری باکس پکڑائے تھے وہ کہاں رکھے ہیں۔" حزنہ ایک دفعہ پھر افراتفری میں کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ باہر تائی امی اس سے جیولری باکس مانگ رہی تھیں۔ وہ جلدی سے اندر کی طرف لپکی۔

"ادھر ہی دیکھ لو کہیں پڑا ہوگا۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"ادھر دیکھنا ہوتا تو تم سے پوچھتا تھا تمہیں اس لیے پکڑایا تھا کہ تم ادھر ادھر رکھ کے بھول جاؤ۔" وہ اس پر برسنے لگی۔

"حزنہ! گھنٹے بھر سے تمہیں ایک کام کہہ رکھا تھا تم پتہ نہیں کہاں پھر رہی ہو۔" قدرت نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے لتاڑا۔

"میں نے رباحہ کو پکڑایا تھا کل تو......"

"رباحہ کو چھوڑو اب کوئی کام خود بھی کر لیا کرو۔ وہ تو پرائی ہو گئی ہے۔ اب تمہیں دیکھنا ہے سب کچھ بچپنا چھوڑو اب عقل سے کام لینا سیکھو۔" وہ اس کی بات کاٹ کے تیز لہجے میں بولیں۔

"میں دوسرے کمرے میں دیکھتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ ان کی نصیحتیں طول پکڑتیں وہ باہر کی طرف لپکی۔

"تم کدھر بے تحاشا بیل کی طرح بھاگی جا رہی ہو۔" راستے میں ہی اس کا ٹاکرا رافع سے ہو گیا۔

"تم سے مطلب......؟" وہ پہلے ہی امی کی باتوں پر خار کھائے بیٹھی تھی۔ اس پر چڑھ دوڑی۔

"مطلب، مطالب تو سارے مجھ تک ہی آتے ہیں حزنہ ڈیئر!" وہ بغور اس کا جائزہ لے کر بولا جو کاپر اور سی گرین کام والے سوٹ میں ملبوس بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

ہم رنگ جیولری اور دونوں کلائیوں میں گی چوڑیوں نے اس کی دلکشی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ ہاں البتہ ماتھے پہ بل جوں کے توں موجود تھے۔

"فضول باتیں مت کرو اور راستہ چھوڑو۔ مجھے بہت ضروری کام نپٹانے ہیں۔" اس نے جھنجھلا کر اسے کہا۔

"ایک کام میرا بھی کرو۔" اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔ شریر نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں پھوٹو۔" اس نے گویا جان چھڑائی۔ پتہ تھا وہ ایسے تو نہیں ٹلے گا۔

"کیا خیال ہے چاچو جان کی منتیں کر کے انہیں نکاح پر راضی کر لیتے ہیں۔ اچھی بات ہے نہ خرچا بچ جائے گا اور ان کی بھی بچت ہو جائے گی۔" وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانک کر بے حد شرارت سے بولا۔

"تو کروالو مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو۔" اس نے بظاہر بے نیازی برتنا چاہی۔

"اس او کے تو تمہاری طرف سے تو اقرار ہے۔" وہ شوخ ہوا۔

"مجھے نہیں پتہ۔" اس کی ساری تیزی طراری ہوا ہو گئی۔

"یہ رافع بدتمیز کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔

کیسے گھورے جا رہا ہے۔" اسے وہاں کھڑا ہونا محال لگ رہا تھا۔ وہ بھی اتنا ڈھیٹ تھا ہیں راستے میں کھڑا تھا۔

"ویسے یار! میں تو یہ سوچ سوچ کے پریشان ہو رہا ہوں کہ اگر چاچو نے یہ کہہ دیا کہ رخصتی حزنہ کی پڑھائی کے ختم ہونے پر ہوگی تو میں تو ساری عمر آہیں بھرتا رہوں گا۔ تین سال تو B.A میں لگ گئے آگے پتہ نہیں کیا ہوگا۔" اپنی بات کے اختتام پہ اس نے خود ہی قہقہہ لگایا تھا۔

"ہاں تو لے آؤ کوئی پڑھا کو، چشما تو M.A پاس بڑھی روح۔" زیادہ دیر خاموش رہنا اس کے لیے بھی محال تھا تنک کے بولی۔

"پر کیا کروں دل کو تو یہی بھائی ہے وہ کیا کہتے ہیں کہ دل آئے گدھی پر تو پری کیا چیز ہے۔" وہ ابھی بھی چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"رافع...... تم......" اس نے دانت کچکچائے۔

"بہت اچھے ہو۔ میں جانتا ہوں یار۔" اس نے اس کیفیت سے مزہ اٹھایا۔

"تم دونوں ادھر کیا کر رہے ہو۔ نیچے مولوی صاحب آ گئے ہیں نکاح ہونے والا ہے۔ چلو نیچے۔" عذیر بھنایا ہوا اوپر آیا تھا۔

"تم کیوں انگارے چبا رہے ہو۔" رافع نے اس کی صورت دیکھ کر پوچھا۔

"یار! یہ بڑوں کو میں نظر نہیں آتا سب کی فکر ہے سوائے میرے۔" اس نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے تو رافع کے ساتھ ساتھ حزنہ بھی مسکرا دی۔

"چل بچے! نیچے چل تیرا بھی بندوبست کرتے ہیں۔" رافع نے اسے نیچے کی طرف دھکیلا اور خود بھی اس کے پیچھے چل پڑا حزنہ نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

نیچے لان میں تو گویا خوشیوں کی بارات اتری ہوئی تھی۔ تیمور کے پہلو میں رباحہ اور عمیر کے پہلو میں میرب کو دیکھ کر اس کا دل بے انتہا خوشی سے لبریز ہو گیا تھا۔ ان سب کے جگمگاتے چہرے دیکھ کر اس نے بے ساختہ ان کی دائمی خوشیوں کے لیے دعا مانگی تھی۔

رافع سٹیج پر کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ حزنہ مسکرا کے اسے دیکھا اور پھر خود بھی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی تاکہ تیسری جوڑی بھی کمپلیٹ ہو سکے۔

☆......☆......☆

اچھی باتیں

☆ نماز خوف کی دلیل ہے یہ دل سے غیر اللہ کا خوف دور کرتی ہے' نماز ادھورے انسان کو آہستہ آہستہ پورا کر دینے کی ضمانت ہے' یہ اندر سے خالی انسانوں کو بھرنا شروع کر دیتی ہے۔

☆ نماز اللہ کی قربت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

☆ نماز دنیا اور آخرت کے درمیان رابطے کا پل ہے۔

☆ نماز دین کا ستون ہے۔

☆ عبادت جو مخلوق کے لیے کی جاتی ہے' زمین میں دھنسا دیتی ہے اور عبادت جو خالق کے لیے کی جاتی آسمان پر پہنچا دیتی ہے۔

☆ جس کا ظاہر و باطن ایک ہے وہ عالم ہے' جس کا باطن، ظاہر سے افضل ہے، وہ ولی اللہ ہے اور جس کا ظاہر باطن سے افضل ہے' وہ جاہل و مکار ہے۔

☆ خوش مزاج شخص وہ ہے جو دوسروں کو خوش مزاجی دے۔

☆ درویشی بادشاہت سے بہتر ہے بشرط یہ کہ دنیا کا تعلق شامل نہ ہو۔